زیر سرپرستی
پروفیسر
ڈاکٹر محمّد
مسعود احمد
ایم اے ۔ پی ایچ ڈی

ادارت
مدیر اعلیٰ: صاحبزادہ وجاہت رسول قادری
مدیر: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
نائب مدیر: اقبال احمد اختر القادری

مشاورت
* علامہ تراب الحق قادری
* الحاج شفیع محمّد قادری
* علامہ ڈاکٹر حافظ عبد الباری
* منظور حسین جیلانی
* حاجی عبد اللطیف قادری
* ریاست رسول قادری
* حاجی حنیف رضوی

مشمولات

ہدیہ فی شمارہ =/10 روپیہ سالانہ =/120 روپیہ
بیرونی ممالک =/10 ڈالر سالانہ، لائف ممبر شپ =/300 ڈالر
نوٹ: رقم دستی یا بذریعہ منی آرڈر/ بینک ڈرافٹ بنام
"ماہنامہ معارف رضا" ارسال کریں چیک قابل قبول نہیں

رابطہ:- ۲۵، جاپان مینشن، رضا چوک (ریگل) صدر، کراچی۔ 74400، پوسٹ بکس نمبر 489، پاکستان
فون:- 021-7725150، فیکس:- 7732369 (E.mail:marifraza@hotmail.Com)

(پبلشر مجید اللہ قادری نے باہتمام حریت پرنٹنگ پریس، آئی-آئی-چندریگر روڈ کراچی سے چھپوا کر دفتر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے شائع کیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اپنی بات

سید وجاہت رسول قادری

ماہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس میں صبح ومسا اللہ تعالیٰ کی برکتیں نازل ہوتی ہیں، یہ وہ ماہ مبارک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، جو عالم انسانیت کیلئے ایک مکمل منشور اور حیات انسانی کے لئے ایک کامل واکمل ضابطۂ حیات پیش کرتی ہے، خلق کے سرور، انسانیت کے رہبر، اللہ جل شانہٗ کے سب سے معزز ومکرم پیمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوئی۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سال کے مہینوں کی تعداد بارہ ہے اور جس دن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا اسی دن سے چار مہینوں کو حرمت والا بنایا۔ ان حرمت والے مہینوں میں رمضان المبارک بھی شامل ہے۔ رمضان المبارک کے فضائل وبرکات کی اہمیت کا اندازہ سید عالم ﷺ کے درج ذیل ارشاد مبارک سے بھی بخوبی ہوسکتا ہے! آپ نے فرمایا:

> "اے لوگو ایک عظیم المرتبت اور برکتوں والا وہ مہینہ سایہ فگن ہورہا ہے جس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر وافضل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کئے ہیں اور اس مہینے کی راتوں میں عبادت کو افضل قرار دیا ہے۔ جس شخص نے اس مہینے میں ایک نیکی کی یا ایک فرض ادا کیا اس کا اجر اس شخص کی طرح ہوگا جس نے کسی دوسرے مہینے میں ستر (۷۰) فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا صلہ جنت ہے۔ یہ مہینہ (آخرت کے لئے) نیکی پہنچانے کا ہے۔ اس مہینے میں مومن کی روزی میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کرایا اس کے گناہ بخش دیئے گئے، اس کی گردن آتش دوزخ سے آزاد کردی جائے گی اور روزہ دار کے روزے کا ثواب کم کئے بغیر افطار کرانے والے کو بھی روزے دار کے برابر ثواب ملے گا"

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک روزہ ایمان کا چوتھا حصہ ہے جیسا کہ نبی اکرم سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"**الصّوم نصف الصّبر**" (روزہ صبر کا نصف ہے) اور "**الصّبر نصف الایمان**" (صبر ایمان کا نصف ہے)۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ کے نزدیک روزے کی صحت سے مراد اس کی قبولیت ہے اور قبولیت سے مراد مقصود تک پہنچنا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متصف ہونا۔ وہ فرماتے

ہیں کہ روزہ دار کے لئے ضروری ہے کہ وہ فرشتوں کی اقتداء کرے، فرشتے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، جو قریب کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ بھی قریب ہوتا ہے۔ اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ جب ظاہر و باطن تمام قسم کے شہوات سے اپنے جوارح، قلب و نگاہ اور فکر کو پاک رکھے۔ ایسا شخص ملکوتی صفات کا حامل بن کر اعلیٰ علیین میں چلا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔

رمضان المبارک کے روزوں کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ دوسرے ارکان کی بہ نسبت اسے اللہ تعالیٰ سے خصوصی نسبت حاصل ہے، نبی اکرم سید عالم ﷺ اللہ تعالیٰ سے حکایتاً بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر نیکی کا ثواب دس مثل سے لیکر سات سو گنا تک ہے سوائے روزے کے، بیشک وہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا (یا میں ہی اس کی جزا ہوں)"

اس لئے روزے دار کو اس کی جزاء کسی حساب اور پیمانہ کے تحت نہیں بلکہ بے حساب ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص نسبت سے مشرف ہے حالانکہ تمام عبادات اور نیکیاں اسی کے لئے ہیں۔ یہ بالکل اسی طرح ہے کہ جس طرح تمام کائنات اور روئے زمین اللہ ہی کی ہے لیکن اس نے کعبۃ المکرمہ کو "بیت اللہ" فرما کر اپنی طرف منسوب فرمایا، حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس خاص فضیلت و نسبت کی دو وجہیں ہیں:

"ایک یہ کہ روزہ عمل کو چھوڑنے اور اس سے رکنے کا نام ہے اور اس میں پوشیدگی ہے اس میں عمل مستور ہے، دکھائی نہیں دیتا، جب کہ دیگر تمام اعمال اور عبادت مثلاً نماز، زکوٰۃ، حج، سامنے ہوتے ہیں اور دکھائی دیتے ہیں اور روزہ کو صرف اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اور وہ صبر کے ذریعہ ایک باطنی عمل ہے"

"دوسرے یہ کہ روزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے دشمن ازلی شیطان لعین پر قہر اور غلبہ کا ذریعہ ہے کیونکہ شیطان مردود کے شکار کا ذریعہ نفسانی خواہشات ہیں اور شہوات کھانے پینے سے زیادہ بڑھتی ہیں، اسی لئے سید عالم ﷺ نے فرمایا:

"بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے، پس بھوک کے ذریعہ اس کے راستوں کو تنگ کردو"

تو جب روزہ خاص طور پر شیطان کی جڑ کاٹنے والا اور اس کے راستوں کو تنگ اور مسدود کرنے والا ہے تو یہ عمل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی نسبت کا مستحق ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیخ کنی اس کی مدد و نصرت ہے اور اس کی نصرت اس بات پر موقوف ہے کہ بندہ اس کے دین کی مدد کرے:

"اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ وَيُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ"

"اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا" (محمد ۴۷:۷)

تو مجاہدہ و ریاضت کے ساتھ ابتداء بندے کی طرف سے اور ہدایت و رضوان کی ساتھ بدلہ اللہ جل مجدہٗ کی جناب عالی سے اسی لئے ارشاد ہوتا ہے:

وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا

''اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش (مجاھدہ) کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے'' (العنکبوت ۲۹:۶۹)

دیکھا جائے تو روزوں کا پورا عمل مومن کے لئے انفرادی طور پر اور پوری ملت اسلامیہ کے لئے اجتماعی طور پر شیطانی قوتوں پر غلبہ اور تسلط کی تربیت کا عمل ہے۔ جب تک مجاھدہ و ریاضت کی اس بھٹی سے ہم کندن بن کر نہیں نکلیں گے ہم شیطان، نفس اور دشمنان اسلام پر غلبہ حاصل نہیں کرسکتے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ لَايُغَيِّرُ مَابِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَابِاَنْفُسِهِمْ''

''بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی نعمت (اچھی حالت) کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں'' (الرعد ۱۳:۱۱)

تو ثابت ہوا کہ یہ تبدیلی کسرت شہوات یعنی خواہشات پر قابو پانے اور نفس امارہ کو زیر کرنے ہی سے حاصل ہوسکتی ہے اور یہی روزہ کا مقصود و مطلوب ہے، ''خواہشات شیطان کی چراگاہیں ہیں تو جب تک یہ سرسبز و شاداب رہتی ہیں شیطانوں کی آمد و رفت بند نہیں ہوتی اور جب تک وہ آتے جاتے رہتے ہیں بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کا جلال منکشف نہیں ہوتا اور وہ اس کی تجلیات کی بقا سے پردے میں رہتا ہے''

اس سلسلے میں سید عالم ﷺ کا ایک ارشاد بھی ملتا ہے:

''اگر انسانوں کے دلوں پر شیطانوں کی آمد و رفت نہ ہو تو وہ آسمانوں کی بادشاہی دیکھ لیں''

اسی وجہ سے روزہ کو عبادت کا دروازہ اور ڈھال کہا گیا ہے۔ یعنی جس نے رمضان المبارک میں مجاھدہ و ریاضت اور صبر سے کامیابی حاصل کرلی تو وہ تمام دیگر عبادات کے مقصود بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے دنیا و آخرت میں عزت و سرخروئی اور فلاح و کامرانی کا راز بھی اس مقصود کے حصول میں ہے کیونکہ حضور اکرم سید عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''جب تک میری امت ماہِ رمضان کی حرمت باقی رکھے گی (یعنی رضائے الٰہی اس کا مقصود رہے گی) وہ رسوا نہیں ہوگی''

اس فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں آج ہمیں اپنے قول و فعل کا احتساب کرنا ہوگا، اپنی انفرادی اور اجتماعی غلطیوں کا جائزہ لیکر ان کی اصلاح کی سخت کوشش کرنے ہوگی۔ آج چیچنیا، بوسینا، کوسووو، فلسطین، کشمیر اور افغانستان میں مسلمانوں کی ہلاکت و تباہی، بربادی و پسپائی، تذلیل اور رسوائی ہمارے لئے لمحۂ فکر اور دعوت عمل ہے۔ اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول مکرم ﷺ کے احکامات سے روگردانی و بغاوت ہمیں قعر مذلت کے کسی عمیق غار میں لے جارہی ہے اس پر ہم سب کو بحیثیت ایک مومن سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا ہوگا خاص طور سے صاحبان جبہ و دستار، وارثانِ منبر و محراب، اور مسند نشینِ مدرسۂ و خانقاہ کے لئے اپنے طرز عمل، گفتار و کردار اور سلسلۂ نظم و اہتمام کا ایک مخلصانہ ناقدانہ جائزہ از بس ضروری اور ناگزیر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ماہِ مقدس میں ہمیں اپنے نفس کا تزکیہ کرنے اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے، تمام عالم اسلام پر اس کی برکات و رحمتوں کا نزول فرمائے، ہمیں یہود و نصاریٰ، ہندوؤں، کافروں اور مشرکوں کی سازشوں اور شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین بجاہِ سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و الہ و صحبہ اجمعین)

هو الحبيب الذى ترجى شفاعتهٗ — لِكُلِّ هولٍ من الاهوالِ مقتحمِ

قوله وكون معارضه فى البخارى لا يستلزم تقديمه بعد اشتراكهما فى الصحة﴾ **اقول** وبهٰذا حصل الجواب عما قاله الامام النووى وحكاة الزيلعى فى نصب الراية بعد سرد الحديث المذكور عن ابى داؤد قال النووى فى الخلاصة إسناده حسن-قال اجاب العلماء عنه بانه نفى فتقدم رواية المثبت ولكونها اصح واكثر رواة ولما معهم من علم ما لم يعلمة ابن عمر انتهى.اقول اما قوله فتقدم رواية المثبت فليس الامر كما قال على إطلاقه وسياتى الجواب عنه اخيرا فى كلام الامام ابن الهمام واما قوله ولكونها اصح فممنوع على أن ههنا تدافعا بين صدر كلامه و بين هٰذه الجملة الاخيرة حيث قال اسناده حسن وقال هنالكونها أصح.وهذا اعتراف بأن حديث ابى داود صحيح فتقديم معارضه بمجرد كونه فى البخارى فى محل المنع كما علمت من الفتح واماقوله لما معهم من علم مالم يعلمه ابن عمر.انتهى. فممنوع أيضاً وكفى بقوله ابن عمر مارأيت أحداً على عهد رسول الله ﷺ يصليهما سنداً فانما بنى الامر على انه لم يشاهد احدا على عهده ﷺ يصليهما وهذا كما ترى شهادة على جميع الاصحاب بانهم لم يصلوا هاتين الركعتين وكون ابن عمر لم يعلم هذا الصنيع عن أحد من الصحابة مع شهود الجماعة وحرصه وتتبعه البالغ لسنن النبى ﷺ فى غاية من البعد على أن ابن عمر رضى الله تعالىٰ عنهما ليس وحيداً فى هذا فعن قريب تقف على سيدنا جابر و تطلع على ماوقع منه من سواله بل وسوأل الصحابة حيث قال سألنا كما سياتى فى الفتح ازواج النبى ﷺ وما اجبنهم مما يدل على كون هٰذه الصلاة غير معهودة حتى عند اكابر الصحابة كما سيأتى واذا كان السلف ما عهدوا هٰذه الصلاة بل انكروها فماذا يجدى كثرة رواتها ومما لا يقضى منه العجب انهم يستدلون بكثرة رواتها ويذهب عنهم معارضة ماروو‌ه من الاخبار بعضها مع بعض ففى نصب الراية بعد حديث اخرجه البخارى و مسلم عن أنس قال كان الموذن إذا اذن لصلاة المغرب قام ناس من اصحاب النبى ﷺ ما نصه وفى لفظ لمسلم عنه قال كنا نصلى على عهد رسول الله ﷺ ركعتين بعد غروب الشمس

،قبل صلاة المغرب فقلت له أكان رسول الله ﷺ يصليهما قال كان يرانا نصليهما فلم يأمرنا ولم ينهانا (كذا فى نصب الراية بالاشباع و لعل الصواب لم ينهنا) انتهى وأنت خبير بان هذا يعارض ماروواه البخارى فى صحيحه عن عبد الله بن بريدة عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله ﷺ.صلوا قبل المغرب ركعتين .وقال فى الثالثة لمن شاء خشية أن يتخذها الناس سنة ويعارض هذا المروى ما عن بريدة نفسه وأورده فى نصب الراية بعد ايراده حديث انس قائلا وعارضها حديث بريدة انه عليه السلام قال بين كل اذا نين صلاة الاالمغرب اه قال .والخصوم يجيبون بان رواية المثبت مقدمة على النافى مع ان رواية الاثبات إصح والله اعلم.اقول اما قوله الخصوم يجيبون بان رواية المثبت مقدمة على النافى فقدتكفل برد هذا الجواب الامام كمال الدين ابن الهمام فلا نطيل بايراده و نشير على القارى بمراجعة الفتح فى محله واما قوله حكاية عن الخصوم ان رواية الاثبات اصح فهذا اعتراف بان حديث بريدة صحيح كمالا يخفى ولكنه قد يعكر على هذا ما اورده فى نصب الرايةوهاانااذا انقل لك الحديث من نصب الراية اولا ثم اتبعه بما اور د عليه اخرا قال الامام الزيلعى فى نصب الراية حديث أخر اخرجه الدارقطنى ثم البيهقى فى سننها عن حيان بن عبيد الله العدوى حدثنا عبد الله بن بريدة عن ابيه قال قال رسول الله ﷺإن عند كل اذانين ركعتين.ماخلا المغرب انتهى ورواه البزار فى مسنده و قال لا نعلم رواه عن ابن بريدة إلا حيان بن عبيد الله وهو رجل مشهور من اهل البصرة لا باس به انتهى كلامه وقال البيهقى فى المعرفة اخطا فيه حيان بن عبيد الله فى الاسناد والمتن جميعا.اما السند فاخر جاه فى الصحيحين عن سعيد الجريرى وكهمس عن عبد الله بن بريدة عن عبد الله بن مغفل عن النبى و قال بين كل اذا نين صلاة قال فى الثالثة لمن شاء.واما المتن فكيف يكون صحيحا وفى رواية ابن المبارك عن كهمس فى هذا الحديث قال وكان ابن بريدة يصلى قبل المغرب ركعتين وفى رواية حسين المعلم عن عبد الله ابن بريدة عن عبد الله بن مغفل قال ،قال رسول الله ﷺ صلواقبل المغرب ركعتين وقال فى الثالثة لمن شاء خشية ان يتخذ ها الناس سنةرواه البخارى فى صحيحه انتهى ذكر بن الجوزى هذا الحديث فى الموضوعات و نقل عن الفلاس انه قال كان حيان هذا كذابا انتهى اقول قول البزار فى حيان بن عبيدالله العدوى انه رجل مشهور لا باس به ادنى ما يفهم من هذا الكلام توثيق هذا الراوى وفى حاشيته الدار قطنى قال الهيثمى فى مجمع الزاوئد لكنه اختلط وذكره ابن عدى فى الضعفاء انتهى وحيان هذا غير الذى كذبه الفلاس.ذاك حيان بن عبد الله بالتكبير

ابوجبلة الدارمی وهذا حیان بن عبید الله بالتصغیر ابوزهیرالبصری.ذکرهما فی المیزان.وقال فی ترجمة البصری قال البخاری ذکرالصلت عنه الاختلاط وکذافی اللسان وزادفی ترجمة البصری وقال ابو حاتم صدوق وقال اسحاق بن راهویه کان رجل صدق ذکره ابن حبان فی الثقات وقال ابن حزم مجهول فلم یصب انتهی أما تخطئة البیهقی فی الاسناد ففی محل المنع وغایة ماهنا ان بریدة رضی الله تعالیٰ عنه روی هذا الحدیث تادة عن عبد الله بن مغفل عن النبی ﷺ وتارة رفعه بنفسه الی النبی ﷺ فالحدیث مروی بوجهین فتخطئة البیهقی راویه فی السند لعل منشأها تقدیم سند البخاری ومسلم وقد سمعت فی تقدیم حدیث علی حدیث بمجرد کونه فی صحیح البخاری اومسلم ماسمعت من الفتح فتذکره واما تخطئته فی المتن من اجل معارضة فعل بریدة ما قاله عن النبی فغیر سائغ ایضا اذفی مثل هذا المقام یقدم القول علی الفعل ویضمحل الفعل عن معارضة القول فکان من الجدیر بان یضعف ماروی من فعل بریدة معارضاً لماروی من قوله عن النبی کیف وقدتاید القول بموافقة ما علیه السلف من عدم العهد بهذه الصلاة بل وأنکارها وتذکر ماقاله الامام ابن الهمام هنا و نصه فان وصف الحسن والصحیح والضعیف إنما هوباعتبار السند ظنا امافی الواقع فیجوز غلط الصحیح و صحة الضعیف و عن هذا جازفی الحسن والصحیح أن یرتفع الی الصحة اذا کثرت طرقه والضعیف یصیر حجة بذلك لان تعدده قرینة علی ثبوته فی نفس الامر فلم لا یجوز فی الصحیح السندان یضعف بالقرینة الدالة علی ضعفه فی نفس الامر والحسن أن یرتفع الی الصحة بقرینة اخری کما قلناه من عمل أکابر الصحابة علی وفق ماقلناه وترکهم لمقتضی ذلك الحدیث وکذا اکثرالسلف و منهم مالك نجم الحدیث اقول تامل حدیث انس رضی الله تعالیٰ عنه المذکور تجدفیه ما یوید قول بریدةرضی الله تعالیٰ عنه وهو قوله فی آخر الحدیث ولم یکن بین الآذان والاقامة شئ وهذا کماتری جعل المتن مضطرباً آخره مع اوله علی انه یؤید بظاهره ماورد من ثنیا المغرب فی قول بریدة لذا قال الامام العینی وقیل حدیث الباب علی ظاهره وقوله ولم یکن بینهما شئ یدل علی أن عموم قوله بین کل اذانین صلاة مخصوص بالمغرب فانهم لم یکونون یصلون بینهما بل کانوا یشرعون فی الصلاة فی اثناء الاذان ویفرغون مع فراغه ویوید ذلک حدیث بریدة المذکورعن قریب فان فیه استثناء المغرب کما ذکرنا إلی ان قال وادعی بعض المالکیة نسخهما لان ذلك کان فی اول الامر لما نهی عن الصلاة بعد العصر حتی تغرب ثم ندب المبادرة الی المغرب فی اول وقتها فلواستمرت

المواظبة على الاشتغال بغير ها لكان ذلك ذريعة الى مخالفة إدراك اول وقتها وقال بعضهم دعوى النسخ لا دليل عليها (قلت) يستائنس لتاييد قول هذا القائل بمارواه ابوداؤد عن طاؤس قال سئل ابن عمر عن الركعتين قبل المغرب فقال مارأيت احداعلى عهد رسول الله ﷺ يصليهما وقال ابو بكر ابن العربى اختلف الصحابة فيه ولم يفعله احد بعد الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم وقال النخعى انها بدعة وروى عن الخلفا الاربعة وجماعة من الصحابة انهم كانوالا يصلونهما۔ان قيل النفى فى قوله ولم يكن بين الأذان الخ محمول على المبالغة فلااضطراب قلنا سلمنا ولكن هذا المعارض بمرأى منك ليس دونه حجاب فما هوالجواب وكفى بهٰذا شاهد القول بريدة فكان ماذا ان لم يتابع على هذه الزيادة وقد مضى على وفقها عمل السلف واكابر الاصحاب فلا يهمك ماوقع هنا فى معرض تخطئة متن بريده فى تنزيه الشريعة من قوله حكاية عن البيهقى وأتى بزيادة لم يتابع عليها۔هٰذا وماوردفى تنزيه الشريعة حكاية عن ابن خزيمة من قوله ولعله لما رأى العامة لاتصلى قبل المغرب توهم أن لا يصلى قبل المغرب فزاد هذه الكلمة فى الخبر صريح فى تخطئه بالوضع وهذا يعود بالنقض لما قرره وقدمه من توثيقه ومثل هذا لا يجدر ان يصدر عن ظن و تخمين بل يطلب فيه اليقين ثم قوله ان العامة لا تصلى قبل المغرب شاهد لما مرعن ابن العربى والفتح من عدم معهوديتهما فافهم .وجملة القول ان الا خبار متعارضة فأما ان يصار الى الترجيح كما افاده الامام ابن الهمام واما ان يقال لاجيح فالعمل بما عليه الاكثر حقيق والله الموفق وبه العصمة وله المنة و هوتعالىٰ اعلم وصلى الله تعالىٰ على سيدنا محمد الفرء العلم وآله وصحبه نجوم الهدم ومصابيح الظلم﴾

قوله سألنالا سألت لايفيد انهما﴿**قلت** ويشهد له ما رواه البخارى فى كتاب الجمعة عن عبدالله بن عمر رضى الله تعالىٰ عنه ان رسول الله ﷺكان يصلى قبل الظهر ركعتين وبعدالمغرب ركعتين فى بيته الحديث .ليس فيه ذكرالركعتين قبل المغرب الا زهرى غفرله القوى ﴾

القادیانیہ پر ایک نظر

از۔۔۔مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

مولانا نعمان اعظمی زید مجدہ نے قاہرہ (مصر) سے گرامی قدر ڈاکٹر حازم محفوظ (استاذ جامعہ ازھر) کی معرفت ایک کتاب ''القادیانیہ'' کراچی بھجوائی۔ یہ کتاب ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل (پاکستان) کے صدر سید وجاہت رسول قادری صاحب نے ۲۹ رجنوری ۲۰۰۱ء کو فقیر کو عنایت فرمائی۔ یہ کتاب رضا اکیڈمی ممبئی بھارت کے مالی تعاون سے جامعہ ازھر میں زیر تعلیم ہندوستانی طلبہ نے شائع کرائی ہے۔

یہ کتاب دراصل مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں امام احمد رضا محدث بریلوی کے درج ذیل تین رسائل کے عربی ترجموں کا مجموعہ ہے۔

۱: السوء والعقاب علی المسیح الکذاب،
(۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)

۲: الجراز الدیانی علی مرتد القادیانی،
(۱۳۴۰ھ/۱۹۲۰ء)

۳: المبین ختم النبیین ، (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء)

امام احمد رضا محدث بریلوی کی تحریر ایسی واضح، مدلل اور پختہ ہوتی ہے کہ قاری کو ہر طرح سے مطمئن کر دیتی ہے، جس کے بعد مزید کسی توضیح و تشریح کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ اس لئے رسائل پر کوئی تبصرہ کرنا تحصیل لاحاصل یا جرأت رندانہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

مرزا غلام احمد مشرقی پنجاب (بھارت) کے قصبہ قادیان میں ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۱ء میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اور پھر مجدد، مہدی اور مسیح وغیرہ کے خود ساختہ مراتب پار کر گئے۔ آخر میں جھوٹا دعویٰ نبوت کر بیٹھے۔ بادی النظر میں مرزائیت یا قادیانیت ایک مذہبی تحریک نظر آتی ہے لیکن اگر گہرائی اور حقیقت پسندی سے اس کا جائزہ لیا جائے تو یہ ایک خالص سیاسی تحریک نظر آئے گی اسی لئے ڈاکٹر اقبال نے ۱۹۳۵ء کے بیان میں ایران کی ''بابیت'' اور ہندوستان کی ''قادیانیت'' پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا تھا کہ:

> ''ایران میں ہی یہ سیاسی ڈرامہ کھیلا گیا، روس نے ''بابیت'' کے ساتھ رواداری برتی اور بابیوں کو ''عشق آباد'' میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی دعوت دی، اسی طرح انگلستان میں احمدیوں کے ساتھ رواداری برتی گئی اور ان کو ''ووکنگ'' میں پہلا تبلیغی مرکز قائم کرنے کی دعوت دی گئی'' (اسلام اور قادیانیت ۱۹۳۵ء)

تاریخ میں اس قسم کے اور بھی نظائر ملتے ہیں، مثلاً شاہ اسماعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' خالص مذہبی کتاب معلوم ہوتی ہے اسی لئے مقتدر علماء نے مذہبی نقطۂ نظر سے اس پر تنقید کی اور نقد

نظر کا یہ سلسلہ تقریباً ڈیڑھ صدی سے آج تک کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔ لیکن حال ہی میں جب یہ انکشاف ہوا کہ اس کا انگریزی ترجمہ ۱۸۵۲ء میں لندن سے شائع ہوا تھا تو انصاف پسند مؤرخین و محققین ورطۂ حیرت میں پڑ گئے کہ اس وقت عوام تو عوام بہت سے خواص بھی انگریزی نہ جانتے تھے پھر یہ ترجمہ کس کے لئے کیا گیا تھا؟ اور کیوں کیا گیا تھا؟

بس اسی ایک نکتہ پر اگر غور کرلیا جائے تو اس مذہبی کتاب کا سیاسی پس منظر بآسانی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ بہر حال قادیانیت بھی مذہب کے سہارے میں ایک سیاسی تحریک تھی چونکہ اس کا ظاہر مذہبی تھا اس لئے علماء وقت نے مذہبی زاویۂ نگاہ سے اس کا شدید تعاقب کیا جن میں امام احمد رضا خاں اور ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء پیش پیش نظر آتے ہیں۔ مؤخر الذکر نے تحریک قادیانیت کے آغاز ہی میں ایک تحقیقی کتاب "الصارم الربانی علی اسراف القادیانی" ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء لکھی پھر امام احمد رضا نے قلم اٹھایا اور متعدد رسائل لکھے جن میں زیر تبصرہ تین رسائل کے علاوہ دو رسائل اور بھی ہیں۔

۱: جزاء الله عدوه باباۂ ختم النبوة ۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء

۲: قهر الديان على المرتد القاديان ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء

امام احمد رضا محدث بریلوی اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے، یہ فقیر تیس سال تک امام احمد رضا کے حالات و افکار کا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ وہ مجتہدین کبار، محدثین کرام، فقہاء عظام اور سلف صالحین کی عظیم یادگار اور سچے وارث تھے۔

زیر نظر کتاب "القادیانیہ" میں جو تین رسائل شامل ہیں وہ سب سے پہلے مفتی عبدالقیوم ہزاروی مہتمم جامعہ نظامیہ لاہور کی کاوش سے شائع ہوئے تھے پھر ۱۹۸۵ء میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی نے شائع کیا۔ اب ان اہم رسائل کا عربی ترجمہ "الدار الثقافيه للنشر" قاهره نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا ہے۔ پہلے دو رسائل کا ترجمہ جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے فاضل مولانا محمد جلال رضا صاحب نے کیا ہے جبکہ تیسرے رسالہ کا ترجمہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی کے فارغ مولانا منظر الاسلام نے کیا ہے دونوں ترجموں میں ادیبانہ مہارت کے علاوہ مترجمین کا خلوص وایثار بھی شامل ہے۔ یہ ترجمے دو اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں ایک تو یہ کہ ایک نامعلوم علمی ذخیرہ عرب دنیا کے سامنے آ گیا اور دوسرے یہ ان کے ذریعہ امام احمد رضا پر لگائے گئے ایک عظیم بہتان کی حقیقت عالم عرب کے سامنے واضح ہو جائے گی۔ ان میں سے ایک رسالہ یعنی السوء والعقاب علی المسیح الکذاب پر جامعہ ازہر شریف کے شعبہ عقیدہ وفلسفہ کے استاذ ڈاکٹر ابو حذیفہ احمد المسیر نے نہایت جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ رسالہ کے بارے میں آپ کے یہ الفاظ بڑی اہمیت کے حامل ہیں "الصغيرة الحجم و الكبيرة المعنى"۔

نیز موصوف امام احمد رضا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"واحسب ان العلامة الشيخ احمد رضا
واحد من هولاء الائمة الأعلام ---
فجزاه الله خير الجزاء"

اس کتاب کے بیک ٹائیٹل پر امام احمد رضا کی شخصیت کے بارے میں علماء مصر و ازہر کے تأثرات بھی شائع کیئے گئے ہیں۔ جو قابل مطالعہ ہیں۔ ڈاکٹر حازم محمد احمد محفوظ نے اس سلسلہ

میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے "الامام احمد رضا والعالم العربی" (مطبوعہ ۱۹۹۸ء لاہور) فقیر نے بھی ایک کتاب بعنوان "امام احمد رضا اور عالم اسلام" (۲۰۰۰ء کراچی) قلمبند کی ہے۔ جس میں امام موصوف پر اڑتیس علماء عرب کے تأثرات کے عکس شامل ہیں۔ علماء عرب میں امام احمد رضا کے اساتذہ بھی، خلفاء بھی تھے اور معتقدین بھی۔ برصغیر میں فقیر کے علم کی حد تک کوئی ایسا عالم نہیں ہے جس کو عرب علماء کی طرف سے اتنی پذیرائی ملی ہو۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بدقسمتی سے آج بعض علماء عرب اختلاف مسالک کے سبب حقائق کو پس پشت ڈال کر امام احمد رضا کی کردارکشی پر آمادہ ہیں۔ مدعیان علم و دیانت کو یہ بات زیب نہیں دیتی۔ مترجمین کرام نے ان رسائل کا انتساب بھی ان عظیم شخصیات سے کیا ہے جن کے حالات و خدمات پر کسی یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے:

(۱) سیف اللہ المسلول مولانا فضل الرسول بدایونی م ۱۲۸۹ھ/۱۸۷۲ء

(۲) حضرت مولانا انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی م ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء

(۳) مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی م ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء

بے شک یہ رسائل انوار اللہ ہیں، فضل حق ہیں، مولیٰ تعالیٰ مصنف علیہ الرحمہ کے افادات کو عام سے عام تر فرمائے، مترجمین، معاونین اور ناشرین کی اس سعی کو قبول فرمائے۔

آخر میں میں عرض کردوں کہ فاضل مقدمہ نگار نے جن امور کی طرف اشارہ فرمایا ہے وہ اہم ہیں چند امور کی اصلاح کرلی گئی ہے اور باقی امور کی اصلاح بھی کرلی جائے تو بہتر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو دین و مسلک کی خدمت و اشاعت کا جذبہ عطا کرے۔

آمین

(صفحہ نمبر 20 کا بقیہ)

تاب ہے بے حکم پر مارے پرندہ نور کا

جان ہے تو جہان ہے: (زندگی ہے تو سب کچھ ہے حیات باقی نہ رہے تو یہ دنیا کس کام کی)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

چشم بددور: (خدا نظر بد سے بچائے)

یہ سماں دیکھ کے محشر میں اٹھے شور کہ واہ
چشم بددور ہو، کیا شان ہے رتبہ کیا ہے

منہ چاہیے: (ہمت اور حوصلۂ مردانہ و دلِ رستمانہ لازم ہے)

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہیے
دینے والا ہے سچا ہمارا نبی

"حدائق بخشش" جلد اول و دوم سے یہاں تقریباً ڈیڑھ سو محاوروں اور ضرب الامثال کو مع اشعار کے پیش کیا گیا ہے۔ یہ وہ محاورے اور ضرب الامثال ہیں جو اردو کلام میں پائے گئے ہیں، عربی اور فارسی اشعار میں مستعمل محاورات اور ضرب الامثال کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔

دیکھنے اور غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کہیں بھی کوئی محاورہ برائے محاورہ نظم نہیں ہوا سبھی محاورے شعر کی زبان کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی قدرت زبان پر دال ہے۔

☆☆☆

مولانا نقی علی خاں کی تصنیف

”ھدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ“

کا ایک تعارفی جائزہ

از:
مولانا
عبدالسلام *
قسط:1

یہ ہمارے لئے انتہائی سعادت و نیک بختی کی بات ہے کہ ہم اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ولی محبوب خدا ﷺ کے عاشق صادق، امام المتکلمین حضرت علامہ شاہ محمد نقی علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ عظمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے حاضر ہیں اور ”عِنْدَ ذِکْرِ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ تَنْزِلُ الرَّحْمَہ“ کے مطابق نزول رحمت باری کے مستحق ہیں۔

حضرت امام المتکلمین علامہ محمد نقی علی خاں قدس سرہ العزیز تیرھویں صدی ہجری کے ان مقتدر علمائے دین میں سے ہیں جن کی زندگی کے شب و روز خدا و رسول کیلئے وقف تھے اور جنہوں نے اخلاص وللّٰہیت کا پیکر بن کر مختلف طریقوں سے دین متین کی وہ بیش بہا خدمات انجام دیں، جن کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا اور ہم ان کے شکر کے اخلاقی فریضے سے پوری طرح عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔

حضرت امام المتکلمین نے اپنی سیرت طیبہ سے بھی ارشاد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا کہ آپ نے اپنے مبارک عمل سے لوگوں کے دلوں میں رسول اکرم ﷺ کے عشق و محبت کی روح پھونکی، اعدائے دین پر غلظت و شدت کا درس دیا، فقرا کے ساتھ محبت کرنا سکھایا، صاحبان حکومت و اقتدار سے علیحدگی کی تعلیم دی، دینی امور میں اغنیا کی پرواہ نہ کرنیکی ہدایت فرمائی، بے لوث خدمت دین کرنے کی تلقین کی، استغنا، قناعت، سخاوت و شجاعت، اور کرم و مروت کا سبق سکھایا۔

تدریس و تعلیم کے ذریعہ بھی خدمت دین فرمائی اور اس شان سے علم کی دولت تقسیم فرمائی کہ آپ کی درسگاہ کے فیض یافتگان، علمی دنیا مین عظیم ترین مراتب کے حامل ہوئے۔ کسی کو استاذ زمن (علامہ مولانا حسن رضا خاں حسنؔ بریلوی) کہہ کر ان کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف کیا گیا۔ کسی کو سیف اللہ المسلول (علامہ مولانا سید ھدایت رسول قادری برکاتی رضوی لکھنوی) کے لقب سے یاد کیا گیا اور کسی کے تبحر علمی کو عجم ہی نے نہیں بلکہ عرب نے بھی تسلیم کیا اور ان کی جامعیت کمالات کا یہ کہہ کر اعتراف کیا گیا۔

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکِرٍ
اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِی وَاحِدٍ

اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار نہیں کہ وہ دنیا بھر کی خوبیوں کو فرد واحد میں جمع فرمادے۔ (مجدد ملت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی)

نواب نیاز احمد خاں صاحب ہوش بریلوی آپ کی علمی جلالت اور تدریسی خدمات کا ذکر کرتے ہیں:

”اکثر اشخاص کو تعلیم علم کا شوق دلاتے ہیں۔ اپنا وقت دینیات کے پڑھانے میں صرف کرتے ہیں۔ ہنگام کلام علم کا دریا بہہ جاتا ہے۔

* (استاذ، نوریہ رضویہ، بریلی شریف، انڈیا)

اَلْـعَــالِـمُ اِذَا تَـكَـلَّـمَ فَهُـوَ بَـحْـرٌ تَـمَـوَّجُ

(عالم جب کلام کرتا ہے تو اس کی مثال بحر موج کی ہوتی ہے)

کا مضمون انہی کی ذات مجمع حسنات پر صادق آتا ہے۔ کسی علم میں عاری نہیں۔ ہر علم میں دخل معقول ہونا، بجز عنایت باری نہیں اور خیر میں اپنے اوقات صرف کرنے میں دشواری نہیں۔ مسائل مشکلۂ معقول نے ان کے سامنے مرتبۂ حضوری پایا۔ منقول میں بدونِ حوالۂ آیت اور حدیث کے کلام نہ کرنا ان کا قاعدۂ کلی نظر آیا۔ ان کے حضور اکثر منطقی اپنے اپنے قیاس وشعور کے مطابق ''صغرائے ثنا'' اور ''کبرائے مدح'' کو ''شکل بدیہی الانتاج'' بنا کر دعوائے توصیف کو ثابت کر دکھاتے ہیں۔ آخر الذکر نتیجہ نکالتے وقت یہ شعر زبان پر لاتے ہیں۔

کیا عجب مدرسۂ علم میں اس عالم کے
شمس آکر سبق ''شمسیہ'' پڑھتا ہوا گر

(مولانا نقی علی خاں بریلوی، بحوالہ تقریظ سرور القلوب، ص ٦)

آپ کے تلامذہ کی جو فہرست ملتی ہے وہ اگرچہ مختصر ہے لیکن یہ چند تلامذہ علمی دنیا میں ایسی بلند و بالا شان کے حامل ہیں کہ سینکڑوں نہیں ہزاروں پر بھاری ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز اپنی تمام تر علمی صلاحیتوں کو آپ کی تعلیم وتربیت کا ثمرہ قرار دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

''هاں هاں! یه كفش بردارئی خدامِ درگاهِ فضائل پناه اعلیٰ حضرت، عظیم البركت، اعلم العلماء الربانیین، افضل الفضلاء الحقانیین، حامی السنن السنّیه، ماحیِ الفتن الدّنیه، بقیة السَّلفِ المصلحین، حجّة الخلفِ المفلحین، آیةٌ من آیاتِ ربِ العالمین، معجزةٌ مّن معجزات د بـ ـمرسلین، صلی اللّٰه تعالیٰ علیـ و لہٖ وبارک وسلم اجمعین، ذی التّصنیفات لرّ غه، والتّحقیقاتِ الفائقه، والتّدقیقات انشّ قه، تاجِ المحقّقین، سراج المدققین ا ـمہ اعقهاء والمحدثین، حضرت سیدنا ال ال ، مجدالاماجد، اطیب الاطائب، مولانا، مـ لو ـحمد نقی علی خان صاحب، محـ ـی، سنی، حنفی، قادری، بركاتی، بریلوی قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ، وعَمَّمَ بِرَّهٗ، وتَمَّمَ نورَهٗ، واعظَم اجرَهٗ، واَكْرَم نُزُلَهٗ، وانْعَمَ منزلَهٗ، ولاحَرمَنا سَعدَهٗ، ولم یَفْتِنا بعده، هے. والحمدلله، ؍ هو دهر الدهاهرین''

(فتاوی رضویہ، جلد ٥، ص ١٦٤، جدید ایڈیشن، رضا اکیڈمی ممبئی)

ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

''رد وہابیہ، افتا، یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے۔ ان میں طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک حاذق طبیب (یعنی حضرت علامہ محمد نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے مطب میں سات برس بیٹھا ہوں۔

(الملفوظ حصہ اول، ص ٨٤)

حضرت امام المتکلمین نے افتا کے ذریعہ بھی اہل اسلام کی رہنمائی فرمائی اور ربع صدی سے زیادہ انتہائی حسن وخوبی کے ساتھ اس خدمت کو انجام دیا۔ اعلیٰ حضرت آپ کی فقہی عظمت و رفعت کے بارے میں اس طرح رقم طراز ہیں:

''اس جناب رفیع قدّس اللہ سرّہٗ البدیع کو اصول حنفی سے استنباط فروع کا ملکہ حاصل تھا۔ اگرچہ کبھی اس پر حکم نہ

فرماتے۔مگر یوں ظاہر ہوتا تھا کہ نادر و دقیق اور مفصل مسئلہ پیش نہ ہوا کہ کتب متداولہ میں جس کا پتہ نہیں۔خادم کمینہ کو مراجعتِ کتب واستخراجِ جُزیہ کا حکم ہوتا اور ارشاد فرماتے، ظاہراً حکم یوں ہونا چاہیے جو وہ فرماتے وہی نکلتا یا بعض کتب میں اس کا خلاف نکلتا تو زیادت مطالعہ نے واضح کر دیا کہ دیگر کتب میں ترجیح اسی کو دی۔جو حضرت نے ارشاد فرمایا تھا۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد ۱۲، ص ۱۳۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

اور تدریس ہو یا افتا یا دیگر خدمات دینیہ یہ سب خالصۃً لوجہ اللہ تھیں آپ نے کبھی بھی خدمت دین کو حُطام دنیا کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا۔

حضرت امام المتکلمین نے ان خدمات جلیلۂ وعظیمہ کے ساتھ ساتھ ترویج دین، ہدایت مسلمین، نکایت اعدا اور حمایت مصطفیٰ ﷺ کی غرض سے تصنیف وتالیف کی طرف بھی بھرپور توجہ فرمائی اور مختلف علوم وفنون میں ایسی عظیم ترین تصنیفات امت مسلمہ کو عطا فرمائیں جن کی افادیت واہمیت میں آج بھی کوئی فرق نہیں آیا اور آج بھی ان کے مطالعہ سے اہل اسلام فیضیاب ہو رہے ہیں اور ان شاء اللہ تبارک وتعالیٰ ہوتے رہیں گے۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

آپ کی تصنیفات کی برکت سے عقائد میں پختگی اور نکھار آتا ہے، محبت خدا ورسول کے جذبات میں ترقی ہوتی ہے، قلوب کو جلا حاصل ہوتی ہے اور عمل صالح کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی پچیس کتابوں کا ذکر فرمایا ہے۔جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) الکلام الاوضح فی تفسیر الم نشرح
(۲) وسیلۃ النجاۃ
(۳) سرور القلوب فی ذکر المحبوب
(۴) جواہر البیان فی اسرار الارکان
(۵) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد
(۶) ہدایۃ البریہ الی الشریعۃ الاحمدیہ
(۷) اذاقۃ الآثام لمانعی عمل المولد والقیام
(۸) فضل العلم والعلما
(۹) ازالۃ الاوہام
(۱۰) تزکیۃ الایقان، رد تقویۃ الایمان۔

ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''یہ عشرۂ کاملہ زمانہ حضرتِ مصنف قدس سرہ میں تبیض پاچکا''

اس کے بعد دوسری کتابوں کے نام بیان فرماتے ہیں:

(۱۱) الکوکب الزہراء، فی فضائل العلم وآداب العلماء
(۱۲) الروایۃ الرویہ، فی الاخلاق النبویہ
(۱۳) النقادۃ النقویہ، فی الخصائص النبویہ
(۱۴) لمعۃ النبراس، فی آداب الاکل واللباس
(۱۵) التمکن فی تحقیق مسائل التزین
(۱۶) احسن الوعاء لآداب الدعاء
(۱۷) خیر المخاطبہ، فی المحاسبۃ والمراقبہ
(۱۸) ہدایۃ المشتاق، الی سیر الانفس والآفاق
(۱۹) ارشاد الاحباب، الی آداب الاحتساب
(۲۰) اجمل الفکر، فی مباحث الذکر
(۲۱) عین المشاہدہ لحسن المجاہدہ
(۲۲) تشوق الاوّاہ، الی طرق محبۃ اللہ

(۲۳) نہایۃ السعادہ، فی تحقیق الہمۃ والا رادہ

(۲۴) اقوی الذریعہ، الی تحقیق الطریقۃ والشریعہ

(۲۵) ترویج الارواح، فی تفسیر سورۃ الانشراح،

ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

"ان میں پندرہ رسائل مابین وجیز ووسیط کے مسودات موجود ہیں۔ جن کی تبیض کی فرصت حضرت مصنف قدس سرہ نے نہ پائی اور باقی کتب کے بارے میں فرماتے ہیں، ان کے سوااور تصانیف شریفہ کے مسودے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر، جن کے اجزا، اول، آخر یاوسط سے گم ہیں۔ ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے"

اور "اصلاح ذات بین" کا ذکر کتابوں کے شمار سے پہلے اسطرح فرمایا ہے:

"یہاں تک ۲۶ رشعبان ۱۲۹۳ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمّٰی بنام تاریخ "اصلاح ذات بین، طبع کرایا"

(مختصر حالات حضرت مصنف علام، مشمولہ "جواہر البیان فی اسرار الارکان، ص ۶)

میں ان سطور میں حضرت امام المتکلمین کی ایک عظیم تصنیف "ھدایۃ البریہ، الی الشریعۃ الاحمدیہ" کے بارے میں قدرے تفصیل سے عرض کرنا چاہتا ہوں مجھے کامل اعتراف ہے کہ مجھ جیسا بے بضاعت اس کام کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اس امر کیلئے تو کسی شناور کی ضرورت ہے جو علم وحکمت کے اس بحر زخار میں غوطہ زن ہو اور اس کے اندر جو علوم و معارف کے گہر آبدار ہیں ان کو نکال کر نذر قارئین کر سکے۔ لیکن اس واسطے سے راقم کو ضرور سعادت حاصل ہو جائیگی اور کچھ نہ کچھ کتاب کا تعارف بھی ہو ہی جائے گا۔

"ہدایۃ البریہ" جو سائز ۲۶×۲۰ کے اڑتالیس صفحات پر مشتمل اور طرز قدیم پر مکتوب ہے بیش بہا معلومات کا خزانہ ہے۔ اس میں فقہی معلومات بھی ہیں، عقائد کی درستگی کا سامان بھی ہے، حسن عمل کی ترغیبات بھی ہیں اور شریعت وطریقت کے رموز واسرار بھی۔

حضرت امام المتکلمین نے اس کتاب میں دس فرقوں کا بیان فرمایا ہے۔ ان میں بعض وہ ہیں جو فسق وفجور کا شکار ہو کر اپنی آخرت برباد کررہے ہیں۔ بعض وہ ہیں جو راہ حق سے منحرف ہو کر ضلالت و گمراہی کی بھول بھلیوں میں بھٹک رہے ہیں اور بعض وہ ہیں جنہوں نے ایمان واسلام کا زریں قلادہ اپنی گردنوں سے نکال دیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں حضرت مصنف اس طرح رقم طراز ہیں:

"پس از حمد ونعت واضح ہو کہ اس زمانۂ پر آشوب میں ایک عالم حدود شرع سے تجاوز اور اس میں مداخلت بیجا کرتا ہے۔ ہر جاہل کا عقیدہ جدا اور عمل کا طریقہ نیا ہے۔ خصوصاً دس فرقوں نے عجب طرح کا فساد برپا کیا ہے۔ لہذا فقیر سراپا معصیت محمد نقی علی، محمدی، حنفی، بریلوی، عاملہ اللہ بلطفہ الخفی الجلی الوفی، بنظر خیر خواہی ونصیحت برادران دینی، یہ چند کلمات مسماۃ بہ "ھدایۃ البریہ، الی الشریعۃ الاحمدیہ، علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ"، ان کی خدمت میں گزارش کرتا ہے۔ اگر پسند فرمادیں، عاجز کے حق میں دعائے خیر کریں اور جو ناگوار طبع ہو معذور رکھیں کہ باوجود قدرت ازالۂ منکرات شرعیہ واجب اور بخوف ولحاظ خلق اخفائے حق نامناسب۔ سوا اس کے حق، گو بظاہر تلخ ہو، نفع سے خالی نہیں۔ واللہ الموفق وبہ نستعین" (ص ۲)

طریقہ مبارکہ یہ ہے کہ پہلے فرقے کے افکار فاسدہ کا

ذکر کرتے ہیں۔ پھر ان کے رد وابطال کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ رد میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ پیش فرماتے ہیں۔ ان پر الزام بھی قائم کرتے ہیں۔ مشاہدات کے ذریعے بھی تفہیم فرماتے ہیں اور درد بھرے انداز میں نصیحت بھی فرماتے ہیں۔ انداز بیان ایسا حکیمانہ اور پر تاثیر ہے کہ جو بات فرماتے ہیں دل نشین ہو جاتی ہے۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف صاحب قبلہ مدظلہ العالی نے آپ کے طرز تحریر کے بارے میں جو رائے ارشاد فرمائی ہے وہ بہت جامع اور مبنی برحقیقت ہے۔ فرماتے ہیں:

''آپ کی تصانیف آپ کے تبحر علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ انداز بیان ناصحانہ اور دل نشین ہے۔ امام رازی کا تبحر، امام غزالی کا پرسوز لب ولہجہ قاری کے دل و دماغ دونوں کو اپیل کرتا ہے'' (تقدیم سرور القلوب، ث)

حقیقت یہ ہے کہ اھل اللہ کی پند ونصیحت میں بڑی تاثیر ہوتی ہے۔ ان کی زبان سے نکلے ہوئے چند کلمے وہ اثر کرتے ہیں جو دوسروں کی طولانی تقاریر اور تفصیلی تحاریر بھی نہیں کرتیں اور کیوں نہ ہو؟ یہ حضرات طبیب روحانی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ مخصوص بصیرت سے لوگوں کی طبیعتوں کو پہچان لیتے ہیں اور انہی کے موافق ہدایت واصلاح کا معاملہ فرماتے ہیں اور جب دوا مزاج کے موافق دی جاتی ہے تو اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

نیز خیر خواہی کا جذبۂ صادق اور درد دل بھی ان کے کلام میں شامل ہوتا ہے اور کسی نے صحیح کہا ہے:

اَلْـکَـلِـمَـۃُ اِذَا خَرَجَتْ مِنَ الْقَلْبِ دَخَلَتْ فِی الْقَلْبِ. وَاِذَا خَـرَجَـتْ مِـنَ الْـلِّـسَـانِ لَـمْ تَـتَـجَا وَزِالْآذَانِ

یعنی بات میں جب جذبۂ دل شامل ہوتا ہے تو وہ دل پر اثر انداز ہوتی ہے اور جب صرف زبان سے نکلتی ہے اور دل کی موافقت اسے حاصل نہیں ہوتی تو کانوں ہی تک محدود رہتی ہے۔ اسی حقیقت کو کسی اردو شاعر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

میری تقریر طبع یار کو بے چین کرتی ہے
سبب کیا ہے؟ وہی کہتا ہوں جو دل پر گزرتی ہے

حکیم بوعلی سینا ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اس وقت اسم ذات شریف کے فوائد اور تاثیرات بیان فرما رہے تھے۔ حکیم کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ صرف الف، لام اور ہا کہہ دینے میں اتنی خاصیتیں ہوں کہ بیمار اچھا ہو جائے، یا مشکل آسان ہو جائے، یا کسی دوسری بات کا ظہور ہو جائے۔ اس نے اپنا شبہ حضرت پر ظاہر کیا۔ آپ سمجھتے تھے کہ حکیم ظاہر بیں ہے، اسباب وعلل پر اس کی نظر ہے اور آپ اس کی اصلاح بھی چاہتے تھے اس لئے آپ نے حکیم سے فرمایا: اے خرتو چہ دانی؟ یعنی اے گدھے تو کیا جانے۔ اپنے لئے لفظ ''خر'' سنکر حکیم پر اتنا اثر ہوا کہ وہ سر سے پیر تک عرق آلود ہو گیا۔ حضرت نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو فرمایا:

''اے حکیم میں نے تم کو نہ مارا اور نہ کوئی دوا دی۔ میں نے تم کو خر کہہ دیا جو صرف ''خا'' اور ''را'' ہے۔ اس کے سننے سے تم پسینہ پسینہ ہو گئے۔ رنگت زرد پڑ گئی۔ حالانکہ یہ ایک معمولی حیوان کا نام ہے۔ پھر اس ذات پاک کے نام مبارک میں جو بھی تاثیر ہو کم ہے جو سارے جہان کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ سن کر حکیم کو ہوش آیا، غفلت کے پردے ہٹے اور وہ آپ کی ولایت اور دانش کا معترف ہوا۔ (بزم خیر از زید، مصنفہ مولانا شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلوی، ص ۱۴۰)

﴿باقی آئندہ﴾

حدائق بخشش میں محاوروں کا استعمال

ڈاکٹر صابر سنبھلی*

(تیسری اور آخری قسط)

شوخ دیدہ ہونا: (گستاخی کرنا، بے ادب ہونا)

نظارہ خاک مدینہ کا اور تیری آنکھ
نہ اس قدر بھی قمر شوخ دیدہ ہونا تھا

(ط)

طوطا اڑ جانا: (دیکھئے "توتا اڑ جانا")

(غ)

غبار ہونا: (خاک ہونا، مٹ جانا)

غبار ہو کر نثار جائیں، کہاں اب اس رہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں، فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

غم کی گھٹائیں چھانا: (غم کی فراوانی ہونا)

گھنگھور گھٹائیں غم کی چھائیں
اے شمع جمال مصطفائی

(ق)

قدموں پر لوٹنا:
(پیروں پر گرنا، پاؤں پر سر رکھنا، پاؤں کو چومنا، خوشامد کرنا)

یہ جوشش نور کا اثر تھا، کہ آب گوہر کمر کمر تھا
صفائے رہ سے پھسل پھسل کر ستارے قدموں پہ لوٹتے تھے

قدموں سے آنکھیں ملنا: دیکھئے "آنکھیں قدموں سے ملنا"

(ک)

کٹ مرنا: (مرنے کی حد تک لڑنا)

عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستان عرب

کلیجہ چیر کر دیکھنا: (اصلیت معلوم کرنا، سینہ چاک کرنا)

میرے سیاف کے خنجر سے تجھے باک نہیں
چیر کر دیکھے ارے کوئی کلیجہ تیرا

کمر آرائی کرنا: (تیار ہونا)

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی مری تنہائی کی

کمر بندھنا: (پکا ارادہ کرنا، کام کے لئے بدستور ہونا، تیار ہونا)

جو کہ عزم شفاعت پہ کھینچ کے بندھی
اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام

ایسی بندھی نصیب کھلے، مشکلیں کھلیں
دونوں جہاں میں دھوم تمہاری کمر کی ہے

کنارے ہونا: (ایک طرف ہو جانا، الگ ہو جانا)

تارِ شیرازۂ مجموعۂ کونین ہیں یہ
حال کھل جائے جو اک دم ہوں کنارے گیسو

*(ریڈر و صدر شعبۂ اردو، ایم.ایچ کالج مراد آباد، انڈیا)

کوڑی کے تین ہونا: (نہایت ارزاں ہونا، نہایت بے وقعت ہونا، کوئی قدر و قیمت نہ ہونا)

گندے نکمے کمین، مہنگے ہوں کوڑی کے تین
کون ہمیں پالتا ، تم پہ کروڑوں درود

کوہِ غم ٹوٹنا: (بہت بڑی مصیبت آن پڑنا)

منزل نئی عزیز جدا ، لوگ ناشناس
ٹوٹا ہے کوہِ غم ، میں پر کاہ لے خبر

کھٹکا ہونا: (آہٹ ہونا، ڈر ہونا)

جان سفر نصیب کو کس نے کہا مزے میں ہو
کھٹکا اگر سحر کا ہو شام سے موت آئے کیوں

کھلے ہاتھ ہونا: (سخی ہونا، فیاض ہونا، داتا ہونا)

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو! با کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

کھیل بگڑ جانا:

(بنے ہوئے کام کا بگڑ جانا، کام میں رخنہ پڑنا، رنگ میں بھنگ ہونا)

بگڑا جاتا ہے کھیل میرا
آقا آقا سنوار آقا

(گ)

گرمیاں کرنا: (گرمجوشی دکھانا، کمال محبت جتانا)

یہ ان کے جلوے نے کیں گرمیاں شب اسرا
کہ جیسے چرخ میں ہے نقرۂ و طلائے فلک

گل کھلانا: (پھول کھلانا، پھولوں سے سجانا، باغ لگانا عجیب و غریب کام کرنا، طرفہ تماشہ دکھانا)

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن ، لہکتے گلشن ، ہرے بھرے لہلہارہے تھے

گلے میں پٹہ رہنا:

(غلامی کی علامت موجود رہنا، وفاداری کی نشانی ہونا)

اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا

گوشمالی کرنا: (سزا دینا، کان امیٹھنا، تنبیہہ کرنا، چشم نمائی کرنا)

یا رسول اللہ دہائی آپ کی
گوشمالی اہل بدعت کیجئے

گھر کا اجالا ہونا:

(بے حد عزیز ہونا، گھر کی رونق ہونا، آبادی خانہ، نور عین)

تھک کے بیٹھے تو در دل پہ تمنائی دوست
کون سے گھر کا اجالا نہیں زیبائی دوست

گئی نہ کرنا: (کمی نہ کرا، کسر نہ چھوڑنا)

ہم نے خطا میں نہ کی، تم نے عطا میں نہ کی
کوئی گئی سرورا تم پہ کروڑوں درود

(م)

مٹی عزیز ہونا: (اپنے عزیز و اقارب کے ہاتھوں دفن ہونا، عزت کے ساتھ تدفین ہونا، مٹی ٹھکانے لگنا)

دشت حرم میں رہنے دے صیاد گر ہمیں
مٹی عزیز بلبل بے بال و پر کی ہے

مجرا بجالانا:

(باادب سلام کرنا، آداب بجالانا، کورنش و تسلیمات ادا کرنا)

صف ہر شجرہ میں ہوتی ہے سلامی تیری
شاخیں جھک جھک کے بجالاتی ہیں مجرا تیرا

مَرے دل سے کرنا:

(بے دلی سے کرنا، گرمجوشی نہ ہونا، دل نہ چاہے مگر کرنا)

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پر مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

منہ پڑنا: (حوصلہ پڑنا، جرأت ہونا)

پھر منہ نہ پڑے کبھی کسی کا
دے دے ایسی بہار آقا

منہ پھر جانا:

(سیر ہونا، جی بھر جانا، توجہ نہ رہنا، اور طرف خیال ہو جانا)

میں ترے ہاتھوں کے صدقے کیسی کنکریاں تھیں وہ
جن سے اتنے کافروں کا دفعتاً منہ پھر گیا
کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

منہ تکنا: (منہ دیکھنا، سہارے کا طلبگار ہونا، حسرت سے دیکھنا)

کس کا منہ تکیے، کہاں جایئے، کس سے کہیے
تیرے ہی قدموں پہ مٹ جائے یہ پالا تیرا

جاؤں کہاں، پکاروں کسے، کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے

منہ چھپانا: (شرمندہ ہونا، کنارہ کشی کرنا، پہلو تہی کرنا، خود کو بچانا)

تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے

منہ دیکھنا: (حسرت سے نظر کرنا، سہارا تکنا)

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

منہ نکل آنا: (چہرہ اتر جانا، گال پچک جانا، دبلا ہو جانا)

تم مقابل تھے تو پہروں چاند بڑھتا نور کا
تم سے چھپ کر منہ نکل آیا ذرا سا نور کا

میرا تیرا ہونا:

(غیرت ہونا، ملکیت میں امتیاز ہونا، سیان گیان ہونا)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

(ن)

نبضیں چھٹنا:

(قریب مرگ ہونا، نزع کا عالم ہونا، زندگی کے آثار نہ رہنا، مطلق ہوش نہ رہنا، مردہ سا ہو جانا، ادھ موا ہو جانا، گھبرا جانا)

جان و جہان مسیح، داد کہ دل ہے جریح
نبضیں چھٹیں دم چلا، تم پہ کروروں درود

نظر چرانا:

(نظر بچانا، کسی کام سے پہلو تہی کرنا، چوری چوری دیکھنا)

کس کی نگاہ کی حیا پھرتی ہے میری آنکھ میں
نرگس مست ناز نے مجھ سے نظر چرائی کیوں

نظر میں خار ہونا: (آنکھ کو ناگوار ہونا، آنکھوں میں کھٹکنا)

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

نظر میں کُھبنا: (اچھا لگنا)

کھبتی ہوئی نظر میں ادا کس سحر کی ہے
چھبتی ہوئی جگر میں صدا کس گجر کی ہے

نظروں سے گرنا: (بے اعتبار ہو جانا، ذلیل ہو جانا)

مولیٰ دہائی نظروں سے گر کر جلا غلام
اشک مژہ رسیدۂ چشم کباب ہوں

نظروں میں چڑھنا:

(نظروں میں آنا، خوبصورتی کے باعث نظر میں سمانا)

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

نفس رام ہونا: (خواہشات پر قابو پانا)

یاد رہ جائیں گی یہ بے باکیاں
نفس تو تو رام ہو ہی جائے گا

نقد دام ہونا: (فائدے کا سودا، فائدہ ہی فائدہ)

جان دے دو وعدۂ دیدار پر
نقد اپنا دام ہو ہی جائے گا

نکالا دینا: (جلاوطن کرنا، شہر بدر کرنا، دھتکار دینا)

اپنے کوچے سے نکالا تو نہ دو
ہیں تو حد بھر کے خدائی خوار ہم

نمک چھڑکنا: (تنگ کرنا، ستانا، جلانا)

دل اعدا کو رضا تیز نمک کی دھن ہے
اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

نہال کردینا:

(مالامال کردینا، نوازنا، سرفراز کرنا، خوش کرنا، مراد بخشنا)

خراب حال کیا دل کو پر ملال کیا
تمہارے کوچے سے رخصت نے کیا نہال کیا
تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو اس ستم آرا نے کیا نہال کیا

نیند نکالنا: (سونا، نیند پوری کرنا)

آنکھ سے کاجل صاف چرالیں، یاں وہ چور بلا کے ہیں
تیری گٹھری تاکی ہے اور تو نے نیند نکالی ہے

(ہ)

ہاتھ اوچھا پڑنا: (دیکھئے "اوچھا ہاتھ پڑنا")

ہرا بھرا رہنا: (سرسبز و شاداب رہنا، تروتازہ رہنا، بامراد رہنا)

یارب ہرا بھرا رہے داغ جگر کا باغ
ہر مہ مہ بہار ہو، ہر سال سا گل

ہوا بتانا: (ٹال دینا، بہلا دینا)

نام مدینہ لے دیا چلنے لگی نسیم خلد
سوزش غم کو ہم نے بھی کیسی ہوا بتائی کیوں

ہوا بگڑنا: (ہوا کا صحت بخش نہ رہنا، زمانے کا ناموافق ہوجانا، اعتبار اٹھ جانا، بات بگڑ جانا)

خدارا نا خدا آدے سہارا
ہوا بگڑی بھنور حائل ہے یاغوث

ہوا بندھنا: (دھاک بیٹھنا، شہرہ ہوجانا، ساکھ بن جانا، رعب جمنا)

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اڑنے لگی
بڑھ چلی تیری ضیاء آتش پہ پانی پھر گیا

(ضربِ الامثال)

بے حکم پرندہ پر نہیں مارتا: (اس موقع پر بولتے ہیں جب کسی کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہ ہو سکے)

تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کب مجال پرندے کو پر کی ہے
آنکھ مل سکتی نہیں در پہ ہے پہرہ نور کا

(بقیہ صفحہ نمبر ۱۱ پر)

اردو ادب میں ڈاکٹر مسعود احمد کا حصہ

از......ڈاکٹر محمد اعجاز انجم لطیفی ایم اے. پی ایچ ڈی*

اردو نثر کی ابتداء مذہبی تحریروں سے ہوئی اس کے بعد قصے کہانیاں اور داستانوں کا دور شروع ہوا، مقفیٰ مسجع اور دقیق و رنگین طرز تحریر کا رواج تھا، لیکن غالبؔ نے اپنے خطوط کے حوالے سے اردو کو پہلی بار ایک سادہ سلیس اور شگفتہ و شاداب اسلوب دیا، یہ انداز اردو نثر نگاروں کو بہت پسند آیا، سرسید نے اس انداز کو اپنایا اور اس میں مزید ترقی دیتے ہوئے اردو کو سلیس و رواں اور دل نشیں اسلوب عطا کیا۔ سرسید کی تحریک نے اردو کو زمینی مسائل سے جوڑا، سرسید کے رفقاء، حالیؔ، نذیر احمد، محمد حسینؔ آزاد، شبلی نعمانیؔ نیز دوسرے نثاروں نے بھی اردو میں تذکرہ، تاریخ تنقید، مذہبیات و عقلی علوم پر لکھنا شروع کیا، پھر ناول نگاری کا آغاز ہوا، اور اس طرح اردو علم و ادب کے ہر شعبہ میں اپنا اثر ڈالتی اور حلقہ وسیع کرتی چلی گئی۔

جہاں ان سب نے باہمی تال میل سے اتنا بڑا کام کیا وہیں امام احمد رضا خاں نے تن تنہا مذہبیات ہی کے حوالے سے فقہ، حدیث، تصوف اور دیگر دینی علوم کے علاوہ سائنس، ریاضی، فلسفہ منطق، نجوم، ہیئت و سیاسیات وغیرہ دوسرے عقلی علوم و فنون اور ان کے متنوع اسالیب سے اردو ادب کو مالا مال کیا، سرسید اور ان کے رفقاء و نیز دوسرے ہمعصر نثاروں کے علاوہ بیسویں صدی میں ابوالکلام آزاد نے اردو کو جوش و جلال سے پر اثر بنا دیا اور ''غبار خاطر'' کے توسط سے مکتوب نگاری کو ایک نیا رنگ روپ بخشنے کے ساتھ ساتھ اردو کو سادگی مگر پرکاری اور نئے لب و لہجہ سے آشنا کیا،

اسی صدی میں بہت سے نثر نگار حضرات نے تنقید و تبصرہ، تحقیق و تدقیق، ناول و افسانہ وغیرہ کے ذریعے اردو کو ترقی سے ہمکنار کیا۔

تقسیم ہند کے بعد گو بھارت میں اردو مخالفین نے اردو کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالیں مگر اردو کے شیدائی بہر حال اپنی کوشش میں لگے رہے اور جدو جہد کرتے رہے مثلاً رشید احمد صدیقی، آل احمد سرور قاضی عبدالستار کرشن چندر، علی عباس حسینی، حیات اللہ انصاری، عصمت چغتائی، قاضی عبدالودود، مختار الدین احمد آرزو وغیرہ۔

ادھر پاکستان میں ہندوستان سے ہجرت کر جانے والے اردو نثر نگاروں جیسے فرمان فتحپوری ڈاکٹر جمیل جالبی، انور سدید، وزیر آغا وغیرہ اردو کو نئے نئے انداز عطا کر رہے ہیں، ۱۹۴۷ء کے بعد جو نثاران اردو ہندو پاک میں ابھر کر سامنے آئے انہیں میں سے ایک شخصیت ڈاکٹر مسعود احمد کی بھی ہے ڈاکٹر صاحب بیک وقت دینی علمی اور ادبی شخصیت کے مالک ہیں، موصوف کی حیات و شخصیت نیز دینی و ادبی خدمات پر راقم الحروف نے پی. ایچ. ڈی کا مقالہ تیار کیا، جس پر بہار یونیورسٹی مظفر پور نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری تفویض کی ہے۔ ریسرچ کی معلومات کے مطابق مجھے کہنے میں کوئی دریغ نہیں کہ موصوف ایک ایسے دینی و علمی اور مقدس خانوادے کے چشم و چراغ ہیں، جہاں کا ماحول صدیوں سے دینی و علمی رہا ہے۔ ان کے والد اور جد امجد نیز دوسرے بزرگ اپنے زمانے کے مشاہیر علماء و مفتیان کرام میں

*(مدرس، دارالعلوم منظر اسلام، بریلی، انڈیا)

تھے، عوام وخواص میں ان کی بڑی عزت وتکریم تھی، آج بھی دہلی کی شاہی مسجد فتحپوری کی امامت وخطابت انہیں کے گھرانے میں برقرار ہے۔

ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی پرورش اور تعلیم وتربیت دینی اور پاکیزہ ماحول میں ہوئی اسی ماحول کا اثر اور خاندانی ورثہ کا حصہ کہیئے کہ اولاً وہ عالم وفاضل ہیں ثانیاً وہ اسکول، کالج کے اسکالر یعنی یوں کہیئے کہ سب سے پہلے انہوں نے مدرسے کی تعلیم حاصل کی، پھر بعد میں انہوں نے کالج اور یونیورسٹی میں تعلیم پائی۔ پھر حصول تعلیم کے بعد کالجوں کے پروفیسر اور پرنسپل رہے۔ صوبۂ سندھ پاکستان میں ڈپٹی ڈائریکٹر تعلیمات کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ لیکن انہوں نے ہر جگہ اور ہر ماحول میں اپنا دینی وقار بحال رکھا۔ وہ اپنے والد مفتی مظہر اللہ کے جانشین اور صاحب سجادہ بھی ہیں اور پیر طریقت بھی، وہ اپنے مریدین کی باقاعدہ تربیت بھی کرتے ہیں۔ البتہ وہ عصر حاضر کے بیشتر متعصب اور تنگ نظر علماء و پیران طریقت کی طرح لکیر کے فقیر اور ضدی نہیں ہیں انہوں نے دینیات میں فاضل کا کورس مکمل کرنے کے ساتھ ساتھ دینیات و اسلامیات کا عمیق مطالعہ کیا اور اسلام کو دین فطرت کی حیثیت سے عام کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر جدید اور سائینٹفک طرز پر وہ صحیح معنی میں محقق ہیں اور ہر بات کو تحقیق کی روشنی میں پیش کرتے ہیں اور ہر اصول ونظریہ کو قرآن وحدیث نیز اسلاف کی تعلیمات ونظریات کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں جبھی تو ان کے مشفق استاذ پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں سندھ یونیورسٹی جام شورو سندھ رقمطراز ہیں:

''میری پوری مدت ملازمت میں وہ میرے سب سے بہتر شاگرد رہے ہیں میں ان پر بجا طور پر فخر کر سکتا ہوں ان جیسے باوقار باکردار اور باصلاحیت طلباء موجودہ حالات میں خال خال ہی نظر آتے ہیں وہ ان محققین میں سے ہیں جن پر فضلاء اعتماد کر سکتے ہیں اور جن پر کسی یونیورسٹی کو فخر ہو سکتا ہے''۔

(امام احمد رضا اور مسعود ملت، ص ۱۱)

اسی طرح سے مظہر الحق عربک اینڈ پرشین یونیورسٹی پٹنہ کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر مختار الدین آرزو صاحب ڈاکٹر مسعود احمد صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد کا شمار ان فضلاء میں ہوتا ہے جو اپنی قابل قدر تصانیف اور اپنے علمی کارناموں کی وجہ سے دور دور تک شہرت رکھتے ہیں۔ ان کے قدرداں ان کے معتقدین ہندوستان اور پاکستان میں ہی نہیں مشرق اوسط کے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں جہاں مختلف موضوعات پر ان کی تصانیف شوق اور توجہ سے پڑھی جاتی ہیں ان کی تصانیف کی تعداد سو (۱۰۰) سے زائد ہیں، جن میں چالیس کتابوں کے ترجمے دوسری زبانوں میں شائع ہوکر مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں''

(امام احمد رضا اور مسعود ملت، ص ۱۳)

اسی طرح سے پروفیسر عبدالباری صدیقی سابق صدر شعبۂ تاریخ ایس۔ اے۔ ایل ڈگری کالج میرپور ڈاکٹر مسعود احمد کی اردو ادب کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''محترم الحاج ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد دام مجدہ العالی محتاج تعارف نہیں وہ جانی پہچانی ہمہ جہت شخصیت ہیں چوٹی کے ادیبوں نقادوں مورخوں اور دانشوروں میں ان کا شمار ہوتا ہے انہوں نے بیشمار تحقیقی مقالے اور نگارشات تحریر کی ہیں وہ صاحب

بصیرت بھی ہیں اور ہر موضوع پر گہری نظر رکھتے ہیں۔(امام احمد رضا اور مسعود ملت، ص ۱۶)

اس طرح کے تاثرات بہت سے دانشوروں نے قلم بند کیے ہیں زیر نظر مقالے میں اس کی چنداں ضرورت نہیں مجھے یہاں پر صرف اس بات کو واضح کرنا ہے کہ ڈاکٹر مسعود احمد نے اپنی نگارشات اور تصانیف کے ذریعے اردو ادب کی نمایاں خدمات انجام دی ہیں، چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں، ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے سیرت پاک ﷺ پر تفصیل سے روشنی ڈال کر دینی خدمت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ ذیل میں ہم ان کی سیرت نگاری کا مختصر جائزہ پیش کررہے ہیں۔ سب سے پہلے انہوں نے ''نقطۂ کمال'' تحریر کیا، سیرت مصطفوی پر یہ پہلا مضمون تھا، جو اپریل ۱۹۵۷ء میں لاہور سے شائع ہونے والا ماہنامہ ''معمار حرم'' کی زینت بنا پھر جو سلسلہ چلا تو اب تک قائم ہے۔

اسی طرح سے انہوں نے اپنی تصنیفات میں بہت سے بزرگوں کے کارنامے اور حیات پر روشنی ڈالی ہے لیکن جس طرح سے انہوں نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کو عام سے عام تر کرنے کی کوشش کی ہے یہ صرف ان ہی کا حصہ ہے یہی وجہ ہے کہ آج دنیا انہیں ''ماہر رضویات'' کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

اردو ادب کی جتنی صنفیں ہیں ان تمام پر ڈاکٹر صاحب کی نگارشات موجود ہیں، تنقید و تبصرہ تاریخ ولسانیات پر بھی ان کی تحریر موجود ہے مکتوب نگاری و تقدیم نگاری کا بھی کافی ذخیرہ موجود ہے۔ تقدیم نگاری میں ڈاکٹر مسعود احمد کا کوئی جواب نہیں وہ کتاب کی تقدیم اس انداز سے لکھتے ہیں کہ گویا کتاب کا ماحصل تقدیم میں موجود رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصنفین ومؤلفین حضرات آپ سے اپنی کتابوں پر مقدمہ یا تقدیم لکھوانا باعث فخر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے مرقع نگاری بھی اردو ادب کا ایک اہم فن ہے جس میں تاریخی واقفیت سے زیادہ شخصی تاثر کی دھوپ چھاؤں کو اسیر کرنا پڑتا ہے یعنی کسی شخص کے محاسن وعیوب کو مکمل طور پر بیان کیا جاتا ہے اور پوری شخصیت کو اجاگر کرنے کیلئے چند اہم اور خیال افزاء اشاروں کے نمایاں اور نمائندہ نقوش کا انتخاب کرنا پڑتا ہے تاکہ شخصیت کے واضح نقوش پوری طرح ابھر سکیں مرقع نگاری سوانح ہی کی ایک شاخ ہے۔ ڈاکٹر مسعود احمد کی سوانح نگاری میں مرقع نگاری بدرجہ اتم موجود ہے۔ یہ فن نثر میں غزل کا فن ہے۔ ڈاکٹر صاحب نثر میں شعریت کا جو حسن اور رچاؤ بھرتے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے اور وہ آپ ہی کا حصہ ہے ایک مثال ملاحظہ فرمائیں۔

شیخ سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کوئی محتاج تعارف نہیں ان کے بارے میں ڈاکٹر صاحب مرقع نگاری کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''خاک ہند سے حضرت مجدد الف ثانی جیسا انقلاب انگیز موتی پیدا نہیں ہوا آپ نے عجمیت کے رنگ میں رنگی ہوئی فضاء کو حجازی رنگ میں رنگا مسلم کافرنما کو مسلم بنایا۔ حضرت مجدد الف ثانی نے علم کو عشق سے آشنا کیا اسی کے سہارے دلوں پر حکمرانی کی اور باطل قوتوں کا مقابلہ کیا''

(حضرت مجدد الف ثانی اور ڈاکٹر محمد اقبال، ص ۳۴)

اس طرح کے بیشمار شواہد ہیں، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ڈاکٹر مسعود احمد صاحب نے اردو ادب کی ترقی کیلئے اپنا خون پسینہ ایک کیا ہے۔ لیکن حالات کی ستم ظریفی ہے کہ اردو میں مذہبی ادب اور مذہبی مصنفین وادباء کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے مگر یہ بات مسلم ہے کہ اردو کو وسعت دینے میں مذہبی ادب اور مذہبی شخصیات کا بہت بڑا کارنامہ رہا ہے۔

تنظیم اہلسنت انٹرنیشنل کے زیر اہتمام
تاجدار اہلسنت، مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی دینی قومی وملی
خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور عشق مصطفیٰ ﷺ کے فروغ کیلئے
عالمی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کانفرنس
زیر سرپرستی
حضرت علامہ مفکر ملت پیر عبدالقادر صاحب ایم اے ایل ایل بی
پرنسپل جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ
صدر تنظیم اہلسنت انٹرنیشنل
سجادہ نشین دربار عالیہ غوثیہ قادریہ جنڈی شریف (کہوٹہ)
بتاریخ
مئی 2003ء
بمقام راولپنڈی
اس کانفرنس میں مختلف ممالک سے عمائدین شرکت فرمائیں گے
اپیل
کانفرنس کے انعقاد کے سلسلہ میں تعاون فرمانے والے حضرات سے اپیل ہے کہ اپنے
عطیات درج ذیل اکاؤنٹ میں جمع کروائیں!۔۔۔۔
پیر عبدالقادر اکاؤنٹ نمبر: PLS 3313-8 مسلم کمرشل بینک لالہ رخ واہ کینٹ
منجانب: مرکزی دفتر جامعہ رضویہ انوار العلوم واہ کینٹ
فون: 0595 - 511844
0300-9506753
0300-9506760
0300-9506895

(قسط اول)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمانے کے بعد ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی جس پر عہد حاضر کی کوئی اصطلاح من و عن بطور نظیر پیش نہیں کی جاسکتی ۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر قرآن کریم ہی تمام قوانین اور نظام حکومت کا سرچشمہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اس کا مرکز ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم نے حکم دیا تھا کہ دینی و دنیاوی اور ہر قسم کے معاملات حکومت میں صحابہ کرام کی بھی رائے حاصل کریں ۔ چنانچہ آپ ۔ اس حکم کے تحت چودہ مہاجرین اور چودہ انصار اجلہ صحابہ کرام پر مشتمل ایک مجلس مشاورت قائم کی اور اس مجلس مشاورت کے اہم ارکان میں حضرت ابو بکر ، حضرت عمر ، حضرت علی ، حضرت سعد بن عبادہ انصاری عبداللہ بن مسعود ، حضرت حذیفہ حضرت ابو ذر / حضرت مقداد ؟ حضرت عبادہ بن صامت انصاری رضوان اللہ علیہم اجمعین نمایاں تھے ۔ (۱)

لہذا یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی منظم اور باقاعدہ حکومتی ادارہ قائم نہیں کیا تھا اور " عرب یوں بھی تمدنی و عمرانی امور سے واقفیت نہیں رکھتے تھے (۲) اور حضرت عمرو و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں جب مسلمانوں نے ایرانی اور رومی سلطنتوں پر قبضہ کیا اور وہاں کی متمدن و مہذب قوموں سے مسلمان عربوں کا سابقہ ہوا تو انہوں نے نظام حکومت اور اداروں سے متعلق بہت سی باتیں سیکھیں اور عرب آہستہ آہستہ اپنی تمدنی زندگی اور منازل طے کرتے ہوئے اس مقام تک پہنچے کہ عہد بنوامیہ اور ، عہد عباسیہ میں ایک منظم حکومتی نظام اور ادارے قائم کرنے میں کامیاب ہوئے (۳) یہاں تک ان کے ہاں نظام شرطہ بھی نہیں تھا ۔ مسلمانوں کے نبی نے بعض اوقات کثرت رائے کا عدم احترام کرتے ہوئے اپنا ذاتی فیصلہ نافذ کیا ۔ خلفائے راشدین بھی اپنے اپنے ادوار میں انہیں راہوں پر چلے گویا کہ مسلمانوں کے خلفاء راشدین نظام " ڈکٹیٹرانہ " پر عامل تھے (۴)

آئیے ہم مذکورہ بالا اعتراضات کا علمی و تحقیقی جائزہ لیتے ہوئے واضح کریں کہ

*(صدر شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی، کراچی)

صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں ایک باقاعدہ منظم حکومت قائم ہو چکی تھی جس کے مختلف شعبے اور مختلف ادارے تھے ۔ خلفائے راشدین کے عہد میں اور پھر بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد حکومت میں جو نظام سلطنت نے کافی ترقی کی در حقیقت ان ہی خطوط پر ہوئی تھی جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھینچ دیئے تھے تمدن و حضارت کی ضرورتیں ہمیشہ یکساں نہیں ہوتیں ۔ حضور کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یہ ضرورتیں محدود تھیں ۔ بعد کے ادوار میکں یہ ضرورتیں بڑھتی چلی گئیں ان حالات اور ضروریات کے مطابق حکومتی اداروں میں بھی ترقی اور توسیع ہوتی چلی گئی ۔ تاآنکہ عہد بنی عباس میں وہ نقطہ عروج تک پہنچ گئی لیکن توسیع و ترقی کا مفہوم یقیناً یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں کوئی باقاعدہ نظام حکومت تھا ہی نہیں جیسا کہ معترضین نے خیال ظاہر کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ کتب حدیث و تفسیر اور کتب تاریخ و تراجم سے ہمیں بہت سے ان شعبوں اور اداروں کا پتہ چلتا ہے جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد ہی میں قائم ہو چکے تھے اور جنکی بنیادوں پر بعد کے ادوار میں توسیع اور ترقی ہوتی گئی حکومتی اداروں میں ۔

۱) صدر مملکت سب سے اہم اور ضروری ادارہ (اسٹیٹ) صدر مملکت کا ہوتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسلامی حکومت میں سب سے پہلے سربراہ مملکت تھے ۔ آپ تمام کاروبار حکومت خدا کی رہنمائی کے مطابق انجام دیتے تھے ۔ اس اعتبار سے آپ سفید و سیاہ کے مالک ہو سکتے تھے ۔ لیکن اس کے باوجود آپ کوئی مستبد سربراہ مملکت نہیں تھے بلکہ خدا کی رہنمائی ہی نے آپ کو اس کا پابند کر دیا تھا کہ آپ کاروبار حکومت میں صحابہ سے مشورہ فرمایا کریں اور مشورہ کے بعد کوئی قدم اٹھائیں وشاورھم فی الامر (۵) اور کاروبار مملکت میں صحابہ سے مشورہ کیا کیجئے ، چنانچہ آپ ہر اہم فیصلہ صحابہ سے مشورہ فرما کر ہی کیا کرتے تھے ۔ ہر خاندان اور قبیلہ کا ایک نقیب (نمائندہ) ہوا کرتا تھا ۔ ویسے معاشرہ میں تجربہ کار اصحاب الرائے اور اہل تدبر لوگوں کی کمی نہیں تھی اور یہ سب آپ کے اہل شوریٰ (مجلس مشاورت کے ارکان جسے آپ آج کی صورت میں پارلیمنٹ بھی کہہ سکتے ہیں) ہوا کرتے تھے قبیلوں کے یہ نقیب یا نمائندے وہی لوگ ہوتے تھے جن کا اپنے قبیلہ پر اثر ہوا کرتا تھا اور جن پر پورے خاندان اور قبیلہ کو ہر طرح سے اعتماد ہوتا تھا یہ خود اپنے قبیلہ کے سردار کے حکم پر کٹ مرتا تھا ۔ ان کی یہ نمائندہ حیثیت اس نمائندگی سے کہیں قوی تر ہوتی تھی جو ووٹوں سے منتخب کر کے موجودہ دور کے ہمارے ہمارے نمائندوں میں نظر آتی ہے ۔ ہمارے ووٹوں سے منتخب شدہ نمائندے نہ اپنے ووٹروں پر اثر و اقتدار رکھتے ہیں اور نہ ان کے ووٹروں کو ان پر اعتماد ہوتا ہے جو قبائل کے نقیبوں اور سرداروں کی صورت میں ہمیں عربوں میں نظر آتا ہے ۔

(چودھویں قسط)

سفر نامۂ قاھرہ

تحریر: سید وجاہت رسول قادری

ان کے بعد دکتور علامہ شیخ محمد السعدی فرهود مدظلہ، استاذ کلیۃ لغت العربیہ اور سابق رئیس الجامعہ نے مقالے کی خصوصیات کے اعتبار سے مختصر خطاب فرمایا پھر مولانا ممتاز سدیدی صاحب سے کچھ سوالات کیئے۔ بعض موقع پر مولانا ممتاز احمد سدیدی صاحب سے دریافت کیئے گئے سوال کا جواب، مولانا کے بولنے سے پہلے دکتور رزق مرسی ابو العباس صاحب نے دیئے تو دکتور علامہ سعدی فرهود صاحب نے ان سے فرمایا کہ جناب یہ آپ کا مناقشہ نہیں ہے بلکہ اس طالب علم کا (ممتاز سدیدی صاحب کی طرف اشارہ فرما کر کہا) مناقشہ ہے لہذا بہتر ہے کہ آپ اس کو خود جواب دینے دیں۔ بعدۂ مناقشہ کے تیسرے فریق استاذ دکتور قطب یوسف زید صاحب نے خطاب کیا، نفس موضوع پر روشنی ڈالی اور مولانا ممتاز احمد صاحب سے کچھ سوالات پوچھے جس کے نہایت تسلی بخش جوابات مولانا سیدیدی زید علمہ نے دیئے۔ آخر میں مُشرف دکتور رزق مرسی ابو العباس صاحب مدظلہ العالی نے تینوں ممتحن حضرات کی طرف سے مولانا سدیدی صاحب کے بتقدیر ممتاز کامیاب ہونے کا اعلان فرمایا جس کا مناقشے میں موجود تمام طلباء اور اساتذہ نے تالیاں بجا کر خیر مقدم کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔ جس دن یہ مناقشہ ہوا تھا اس دن جامعہ ازھر میں ''یوم عطلہ'' یعنی چھٹی کا دن تھا، لیکن اس کے باوجود پاکستان، ہندوستان بنگلہ دیش، سری لنکا، مصر، نائیجریا، ملائیشیا اور دیگر افریقی ممالک کے دوسو کے قریب طلباء شریک محفل تھے۔ پاکستانی سفارتخانے کی طرف سے مستشار التعلیم (سکریٹری تعلیم) جناب مفتی منیر صاحب، جناب ظفر الحق صاحب، جناب ایوب صاحب وغیرھم شریک تھے۔ ان کے علاوہ استاذ دکتور شیخ حازم المحفوظ صاحب، محقق تراث الاسلامی دکتور جیرۃ اللہ صاحب اور جامعہ ازھر شریف کی انتظامیہ کے بعض حضرات محفل مناقشہ میں موجود تھے۔

جب فلم ختم ہوئی تو حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا چہرہ اپنے ہونہار صاحبزادے کے بتقدیر ممتاز کامیابی پر خوشی سے دمک رہا تھا اور ان کی زبان پر مولانا ممتاز سدیدی کے لئے دعائیہ کلمات جاری تھے۔ دوران فلم بینی جناب دکتور رزق مرسی صاحب موضوع کے مختلف پہلوؤں پر تبصرے بھی کرتے جاتے تھے، انہوں نے ممتاز احمد سدیدی الازھری صاحب کی اس علمی کاوش کو خراج تحسین پیش کیا اور ان کے طرز نگارش اور عربی زبان ولغت پر ان کی گرفت کو سراہا۔ انہوں نے امام احمد رضا قدس اللہ سرہٗ العزیز کی عربی (زبان دانی)، شاعری کی فنی خصوصیات اور ادبی محاسن پر بھی ادیبانہ اور عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی، اور ان کی وسعت علمی، اور سید عالم، آقا ؤ مولیٰ ﷺ کی ذات اقدس سے ان کے بے پناہ لگاؤ اور جذبۂ عشق صادق کی زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ انہوں نے اس نجی گفتگو میں علامہ اقبال اور امام احمد رضا کے کلام اور ان کی شخصیت کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہم اہل مصر نے علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کی شاعری کو عربی ترجمے کے واسطے سے سمجھا اور پہچانا۔

لیکن الامام، الاکبر، المجدد شیخ احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عربی شعری اور نثری شہہ پاروں کی بناء پر ہم براہ راست ان کی شخصیت اور ان کے علم وفضل کلام کے حسن سے متعارف ہوئے''

انہوں نے مزید فرمایا کہ امام احمد رضا رحمۃ علیہ رحمۃ الواسعہ کو علامہ اقبال پر بایں معنیٰ فوقیت حاصل ہے کہ علامہ صاحب کو ہم بحیثیت ایک شاعر اور فلسفی کے جانتے ہیں لیکن امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت ایک ہمہ جہت شخصیت ہے وہ نہ صرف اردو فارسی، ہندی اور عربی زبان کے ایک عظیم قادر الکلام شاعر اور فلسفی ہیں بلکہ وہ دور حاضر کے ایک عظیم اسلامی محقق، مفکر، مصنف، عالم اسلام کے ایک نادر روزگار مستند ومعتمد فقیہ، محدث ومفسر، ماحی بدعت وضلالت اور فرق باطلہ کے سخت رد کرنے والے ہیں۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے عصر پڑھی اور دکتور رزق مرسی ابو العباس مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کیا، ایک تو اس پر تکلف دعوت کا اور دوسرا مولانا ممتاز احمد سدیدی حفظ اللہ تعالیٰ کی بحیثیت نگران خصوصی سرپرستی، استاذانہ رہنمائی اور ذاتی نوازشات کا، ہم نے ان سے یہ بھی کہا کہ انہوں نے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی عربی نعتیہ شاعری کے حوالے سے جامعہ ازہر شریف کے اس پہلے تحقیقی مقالہ کی تیاری سے لیکر اس کے مکمل ہونے کے تمام مراحل تک مفید اطلاعات وماخذ کی نشاندہی غیر ضروری باتوں کو حذف کرنے، معترضین امام احمد رضا کے دلائل و براہین اور تاریخی شواھد کی روشنی میں جواب دینے اور مقالہ کی تکمیل پر اس کے ایک ایک جملے کو سن کر زبان و بیان کی اصلاح کے سلسلہ میں جس محنت لگن اور ذاتی دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے ان کی ان تمام خدمات عالیہ کے اعتراف میں ہم ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا (انٹرنیشنل) پاکستان کی جانب سے ایک گولڈ مڈل پیش کرنا چاہتے ہیں اور اسی طرح جامعہ ازھر کی کچھ دیگر شخصیات کو بھی، تو اس سلسلے میں جامعہ ازھر شریف میں انعقاد تقریب کی کیا صورت ہوسکتی ہے اور ہمیں اس ضمن میں جامعہ ازھر کی کس مجاز شخصیت سے رابطہ کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ اس بارے میں ان شاء اللہ دکتور شیخ حازم محمد احمد المحفوظ اور مولانا ممتاز احمد سدیدی الازھری سے مشورہ کرکے کوئی لائحۂ عمل بنائیں گے پھر اس کی روشنی میں دن وقت اور جگہ کا تعین کرلیا جائے گا۔ رخصت سے قبل راقم اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ العالی نے دکتور مرسی صاحب کی خدمت پاکستان سے اپنے ہمراہ ساتھ لائے ہوئے کچھ تحائف بھی پیش کیئے جو انہوں نے از راہ محبت اور کرم نوازی قبول کر لیئے پھر بار بار نہایت شستہ اور شائستہ پیرائے میں ہمارا شکریہ بھی ادا کرتے رہے۔ اہل مصر کی میزبانی کا یہ انداز مجھے بہت پسند آیا کہ جب تک مہمان ان کے پاس بیٹھا رہتا ہے وہ دوران گفتگو وقفہ وقفہ سے اس کے لئے دعائیہ اور خیر مقدمی کلمات کہتے رہتے ہیں۔

دوسرے دن (۱۰ر ستمبر ۱۹۹۹ء) جمعۃ المبارک تھا۔ ہم نے یہ پورا دن شیخ حازم صاحب کے فلیٹ میں گزارا۔ آج صبح کی ٹرین سے شیخ حازم صاحب کے برادر بزرگ محترم سید محمد حاتم المحفوظ جو مصری فوج میں (غالباً) میجر ہیں، اپنے وطن اسیوط (جنوبی مصر) سے معہ اہل وعیال تشریف لانے والے تھے، محترم حازم صاحب ان کے استقبال کیلئے صبح ہی سے قاھرہ کے ریلوے اسٹیشن پر گئے ہوئے تھے۔ لیکن شاید ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے یا ٹریفک کے اژدھام کی بناء پر نماز جمعہ تک گھر لوٹ کر نہیں آسکے۔ لہذا ہم نے نماز جمعہ ان کے فلیٹ کے قریب ایک چھوٹی سے مسجد میں پڑھی اگرچہ پروگرام کے مطابق ہمیں نماز جمعہ شہر کی کسی بڑی مسجد میں پڑھنا تھی۔

حازم صاحب کے برادر معظم جناب حاتم صاحب شام ہوتے گھر تشریف لائے۔ شیخ حازم صاحب نے ان سے ہمارا

تعارف کرایا، بہت خندہ پیشانی سے ملے، ان سے کافی دیر گفتگو رہی۔ وہ بہت خلیق اور صاحب علم اور علم دوست انسان ہیں۔ اسی دوران محترم حازم صاحب کے والد بزرگوار السید محمد بن احمد بن عبدالرحیم حفظ اللہ تعالیٰ کا فون محترم حازم صاحب کے آبائی وطن اسیوط (جنوبی مصر) سے آ گیا۔ جناب دکتور حازم صاحب نے حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب اور فقیر سے بھی گفتگو کروائی۔ السید محمد بن احمد مدظلہ العالی کا تعلق اشراف مصر (سادات) سے ہے وہ خود ایک صاحب سلسلہ بزرگ، عالم، ادیب اور شاعر بھی ہیں۔ انہوں نے امام احمد رضا کی شان میں ایک منقبت بھی لکھی ہے۔ فون پر گفتگو کے دوران انہوں نے ہمیں قاھرہ آنے پر خوش آمدید کہا اور اپنے شہر (اسیوط) آنے کی دعوت دی جو ہم نے بشرط توسیع قیام قاھرہ قبول کرلی۔ شیخ حازم صاحب جس فلیٹ میں رہتے ہیں اس میں دو بیڈ روم اور ایک ڈارئنگ، ڈائیننگ روم ہے۔ ایک بیڈ روم کو انہوں نے اپنی لائبریری بنایا ہے۔ ماشاء اللہ ان کی لائبریری میں اردو زبان ادب اور لغت پر کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔ امام احمد رضا (رضویات) کے حوالے سے بھی، پاک و ہند سے شائع شدہ کافی لٹریچر موجود ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ جو کتب ان کو جامعہ ازھر شریف، جامعہ عین شمس اور دیگر جامعات کے شعبہ جات کی لائبریریوں کیلئے عطیۃً بھیجی گئی تھیں وہ بھی اب تک ان کی لائبریری میں موجود تھیں۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ ان کا ارادہ ہے کہ ''ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹر نیشنل'' پاکستان کے طرز پر ایک تحقیقی ادارہ قاھرہ میں قائم کریں جہاں اب تک حاصل کردہ تمام کتب لائبریری میں رکھی جائیں تاکہ اردو ادب خصوصاً امام احمد رضا کے حوالے سے جو بھی تحقیقی کام کرنا چاہیے تو وہ ان کے مرکز سے رجوع کر سکے۔ ان کے خیال میں لائبریریوں میں عام طور سے کوئی کتاب کھول کر نہیں دیکھتا ہے، پھر وہاں سے کتب غائب ہوجانے کا بھی احتمال ہے اس لئے انہوں نے قاھرہ کی جامعات کی لائبریریوں کے لئے عطیہ شدہ کتب اپنے ہی پاس رکھ لیں۔

بہر حال ہمیں اس بات کا ضرور افسوس ہوا اور حسرت بھی کہ کاش جامعہ ازھر شریف اور دیگر جامعات کی لائبریریوں میں جہاں مودودی، دیوبندی اور اہل حدیث حضرات کی تصنیف شدہ کتب موجود ہیں وہاں اہل سنت خصوصاً اعلیٰ حضرت کی کتب بھی موجود ہونی چاہییں۔ بہر حال علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے شیخ حازم صاحب سے یہ استدعا کی کہ جن کتب کے آپ کی لائبریری میں ۲ رسے زائد نسخہ موجود ہیں کم از کم ان سے ایک ایک نسخہ کلیۃ اللغات والترجمہ، جامعۃ الازھر الشریف جس میں وہ خود استاذ ہیں، کی لائبریری میں رکھوادیں، لیکن شیخ حازم صاحب نہ مانے اور انہوں نے یہ دلیل دی کہ جو محقق بھی اردو لٹریچر کے حوالے سے یا امام احمد رضا پر تحقیق کے حوالے سے کام کرے گا اس کا ان کے پاس آنا زیادہ سودمند ہوگا اور وہ ایسے ریسرچ اسکالرز کو امام احمد رضا کی شخصیت اور کارناموں پر تحقیقی مقالہ لکھنے پر بہتر طور پر تیار کرسکیں گے۔ جامعات میں ایسے مخالف عناصر موجود ہیں جو ان کی صحیح رہنمائی کرنے کے بجائے ان کی ہمت شکنی کریں گے۔ حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی صاحب نے فتاویٰ رضویہ (جدید ایڈیشن) کے جو ۱۳ رجلدیں جامعہ ازھر کی کلیہ الشریعہ کی لائبریری کے لئے بھیجی تھیں وہ بھی اب تک ان کی لائبریری کی زینت تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قاھرہ جیسے عرب دنیا کے مرکزی شہر میں امام احمد رضا ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کا قیام بہت اہم اور دوررس نتائج کا حامل ہے۔ لیکن اس کے ابتدائی مالی اخراجات بہت زیادہ ہیں۔ شیخ حازم صاحب کے تخمینہ کے مطابق تقریباً ۷ رلاکھ روپے (پاکستانی) ہے جس کا ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا متحمل نہیں ہوسکتا، البتہ اہل سنت کے مخیّر حضرات کو اس طرف ضرور توجہ دینی چاہیے بشرطیکہ یہ تحقیقاتی مرکز ایک ٹرسٹ کے تحت قائم ہو۔ ﴿باقی آئندہ﴾

دور ونزدیک سے

مرتبہ: شیخ ذیشان احمد قادری

مولانا وارث جمال قادری (صدر، آل انڈیا تبلیغ سیرت، ممبئی)

خوبصورت و قیع گرانقدر اور تاریخی نمبر دار العلوم منظر اسلام کے سحر ہی میں کھویا ہوا تھا کہ ''معارف رضا'' کا عام شمارہ بھی دستیاب ہوگیا جسے تقریباً ایک ہی نشست میں پڑھ لیا جس میں آپ کے اداریہ کا اپنا ایک خاص رنگ ہے۔ 2001 کے امام احمد رضا کانفرنس کی جھلکیاں اور حضرت علامہ سید ریاست علی قادری پر ایک و قیع مقالہ بھی خوشی کا باعث ہوا۔ ایسے لوگ بندوں کے پاس خدا کی ایک گرانمایہ نعمت ہوتے ہیں اور جب وہ نعمت چھن جاتی ہے تو احساس ہوتا ہے کہ بڑی ہی قیمتی چیز ہاتھ سے چلی گئی بیشک وہ بعد فنا بھی بزم وفا میں زندہ ہیں اور رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ''معارف رضا'' کے تاریخی نمبر میں یوں تو سارے مقالے و مضامین لائق وعتباء اور قابل مبارکباد ہیں اور ''معارف رضا'' کے ارباب بست وکشاد اور اس کے اخلاص پیشہ معاونین شکریے و مبارکباد کے بڑے ہی مستحق ہیں۔ عالم اسلام کی گردنوں پر یہ آپ لوگوں کے بے پایاں احسانات ہیں جس کا صلہ عظیم تو اللہ عزوجل ہی دے گا۔ صلہ وستائش کی پرواہ کئے بغیر جس انداز میں آپ حضرات مصروف ہیں اس پر صرف حیرت ہی کیا جاسکتا ہے، اس دور قحط الرجال میں آپ حضرات کا یہ تاریخی اخلاص اس حقیقت کے اظہار کے لئے کافی ہے کہ ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں۔ اس و قیع نمبر میں محترم پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری کا مقالہ ''دار العلوم منظر اسلام اور علامہ شمس بریلوی'' بڑا ہی و قیع مقالہ ہے اس سے منظر اسلام کی عظمتیں دل و دماغ میں مرتسم ہوگئیں مولیٰ عزوجل فاضل مقالہ نگار کو جزائے خیر عطا فرمائے پروفیسر صاحب کو مبارکباد پیش فرمائیں۔ مفتی عبدالواحد قادری کا مقالہ ''منظر اسلام منزل بہ منزل'' بھی بہت خوب ہے اس مقالہ سے منظر اسلام کے عروج و زوال پر تفصیلی روشنی پڑتی ہے اور حضرت علامہ ابراہیم رضا جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی بلند قامت شخصیت اور ان کی حیران کن قربانیوں سے دل میں ان کی ذات سے والہانہ عقیدت پیدا ہوتی ہے، ان کی خدمت میں بھی ہدیہ تبریک پیش ہے۔ ''دار العلوم منظر اسلام اور مدرسہ دیوبند'' یہ علامہ محمد حسن علی میلسی کے تبرکات میں خاصے کی چیز ہے اسے ضرور پڑھنا چاہیے علامہ میلسی بھی یادگار سلف ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کے سایہ کرم کو اہل سنت پر یوں ہی سایہ فگن رکھے آمین۔ علامہ جلال الدین قادری کا مقالہ ''منظر اسلام اپنے دور قیام کی اہم ضرورت'' تو بس ماشاء اللہ سبحان اللہ واقعی یہ مقالہ اپنے موضوع پر بڑا ہی مکمل مدلل برہن اور ساتھ ہی ساتھ حیرت خیز بھی، اور خاص کر اسیران حلقہ دیوبند کے لئے منزل خود آگہی کا قرب بڑھتا جائے ہے۔ ہوش کھوتا جائے ہے پردہ سا اٹھتا جائے ہے۔ اس عظیم و تاریخی و علمی نمبر نے دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف کی عظمتوں، رفعتوں اور اس کی ہمہ گیر عالمگیر مرکزیت کی عظمتوں سے نہ صرف دل کو متاثر بلکہ قاری کو حیران کردیا کہ کیسے کیسے لعل و گہر اس عظیم مرکز اہل سنت نے پیدا کئے بے شک اس عظیم ادارے کے صرف ۱۰ر فاضل پورے ملک کے دینی ادارہ کے مجموعی ثمرات و حاصلات پر بہت بھاری ہیں اس مرتبہ بلند کے لئے اس مجموعی حسنِ خوباہ کی ضرورت ہے جو صرف اور صرف مولیٰ عزوجل کی عطا ہی سے ملتی ہے اور رتبہ بلند بریلی شریف کی تقدیر میں ہمیشہ کے لئے لکھ دیا گیا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

سفر نامہ قاہرہ بڑا علمی و معلوماتی سفر نامہ ہے مگر مشکل یہ ہے کہ آپ اسے پڑھانے کے بجائے صرف چکھاتے ہیں، آپ تو بڑے فیاض ہیں پھر ایسی کنجوسی کیوں۔؟ اگر صفحات کی تنگ دامانی کی مجبوری ہے تو اس پورے سفر نامہ جو چھپ چکا ہے اور جو باقی ہے معارف کا ایک خاص شمارہ سفر نامہ قاھرہ کردیں۔ **مولانا صابر حسین شاہ بخاری (اٹک)**: ''معارف رضا'' کا منظر اسلام نمبر باصرہ نواز ہو کر باعث فرحت ہوا۔ ماشاء اللہ آپ نے عظیم نمبر نکال کر رضویات کے ایک اہم باب کا اضافہ فرمایا ہے، اللہ آپ کو اجر عطا فرمائے۔

نئی کتب کے تعارف کی اشاعت کیلئے دو نسخے آنا لازمی ہیں　　(سید محمد خالد قادری)

"نگارستانِ لطافت"

از......استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں بریلوی

صفحات......80　　ہدیہ......=/21روپیہ

ناشر......مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

"عروج وزوال"

از......اقبال احمد اختر القادری

ہدیہ......=/5 روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......اسلامک ایجوکیشن ٹرسٹ، 5-B.2، ناتھ کراچی

NAAT: Need and Scope in English Curriculum

(ریسرچ اسٹیڈی (ایم ایڈ) از سلیم اللہ جندراں

بشمول نعت پیکج بزبان انگریزی کلاس ششم تا دہم)

قیمت......=/90روپیہ

ناشر......نیشنل بک فاؤنڈیشن وزارت تعلیم، حکومت پاکستان، اسلام آباد

"فضیلت زکوٰۃ"

مرتبہ......حافظ محمد طاہر رضا

صفحات......32　　ہدیہ......=/8روپیہ ٹکٹ

ناشر......رضا اکیڈمی، محبوب روڈ چاہ میراں، لاہور

"امت مسلمہ کی گمشدہ میراث، سائنس"

از......ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی

صفحات......24　　ہدیہ......=/12روپیہ

ناشر......مسلم کتابوی دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور

"عرفان قرآن"

تالیف......علامہ محمد صدیق ہزاروی

صفحات......48　　ہدیہ......=/10روپیہ ڈاک ٹکٹ

ناشر......رضا اکیڈمی، محبوب روڈ، چاہ میراں لاہور

"شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی"

از......اقبال احمد اختر القادری

تقدیم......پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

صفحات......24　　ہدیہ......درج نہیں

ناشر......ادارۂ مسعودیہ ۲/۶-۵-ای، ناظم آباد کراچی

"احکام رمضان المبارک"

از......مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی قادری

صفحات......64　　ہدیہ......=/20روپیہ

ناشر......مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

"افطار کی دعا کب پڑھی جائے-؟"

(العروس المعطار فی زمن دعوت الافطار)

از......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی

ترجمہ وتحشیہ......مفتی ظہور احمد جلالی

صفحات......32　　ہدیہ......=/15روپیہ

ناشر......مسلم کتابوی دربار مارکیٹ لاہور

"Salam-e-Raza"

By.....Imam Ahmad Raza
Tra.....Bashir Hussain Nazim
P.....96　　Rs.....Free
Pub.....Idara-i-Tahqeeqat-e-Imam Ahmad Raza Internatinol, 44/4-D, Street 38, Sector F-6/1, ISLAMABAD, (44000)

☆☆☆

گل ہائے تحسین

از ... طارق سلطان پوری

برخصوصی شمارہ ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی

بسلسلہ صد سالہ جشن دار العلوم منظر اسلام، بریلی شریف، شمارہ (40,39,38) ربیع الاول تا جمادی الآخر 1422ھ، جولائی تا ستمبر 2001ء

(صفحات: ۳۲۰، بہ الفاظ بحساب ابجد)

''دیدۂ زیب نورِ حبیب'' ----- ۳۲۰

''گلزارِ نبی'' ----- ۳۲۰

''کمالِ مصطفیٰ'' ----- ۳۲۰

''منبج حیدر'' ----- ۳۲۰

''آوازِ قادر'' ----- ۳۲۰

''زیب بزمِ بریلی'' ----- ۳۲۰

''جلوۂ علم وفن'' ----- ۳۲۰

''زیبائی محفلِ اسلام'' ----- ۳۲۰

''بہارِ چمنِ حجاز'' ----- ۳۲۰

جہدِ صدق وحق ----- ۳۲۰

الف---(سال اشاعت: ۱۴۲۲ھ بہ الفاظ بحساب ابجد)

''شانِ بزمِ فیضِ اسلام'' ---- ۱۴۲۲ھ

''کنزِ فیضانِ رسولِ حق'' ---- ۱۴۲۲ھ

''منظرِ اسلام کی جلوہ گاہ'' ---- ۱۴۲۲ھ

ب---(سال اشاعت: ۲۰۰۱ء بہ الفاظ، بحساب ابجد)

''فروغِ ادب وبصیرت'' ---- ۲۰۰۱ء

''تابانی جواہر منظرِ اسلام'' ---- ۲۰۰۱ء

''نورِ شریعت، ماہِ طریقت'' ---- ۲۰۰۱ء

بریلی شریف..........اعداد بحساب ابجد..........۸۴۲

بہ الفاظ دیگر

''چمن زارِ کمالِ محبت'' ---- ۸۴۲

''بہارستانِ ادب حبیب عزیز'' ---- ۸۴۲

''حسنِ چمنِ تاریخ''

۲ ۲ ۴ ۱ ھ

اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تخلص

''رضا''..........اعداد بلحاظ ابجد..........۱۰۰۱

بہ الفاظ قرآن کریم..........''اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ''

۱ ۰ ۰ ۱

بہ الفاظ دیگر

''نعتِ سرکار'' ---- ۱۰۰۱

''شیخِ کامل'' ---- ۱۰۰۱

توجہ فرمائیے ....!

ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور خاص کر محکمۂ ڈاک کے بڑھتے ہوئے نرخ کی وجہ سے ادارہ کی مجلس عاملہ اور ماہنامہ ''معارف رضا'' کراچی کے ادارتی بورڈ نے نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت کسی بھی امور سے متعلق خط وکتابت کیلئے جوابی لفافہ/ ڈاک ٹکٹ آنا لازمی ہوں گے بصورت دیگر ادارہ جواب دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ یاد رہے کہ جوابی لفافہ پر اپنا پورا نام و پتہ ضرور تحریر کر کے بھیجیں۔ شکریہ

(ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل، پاکستان)